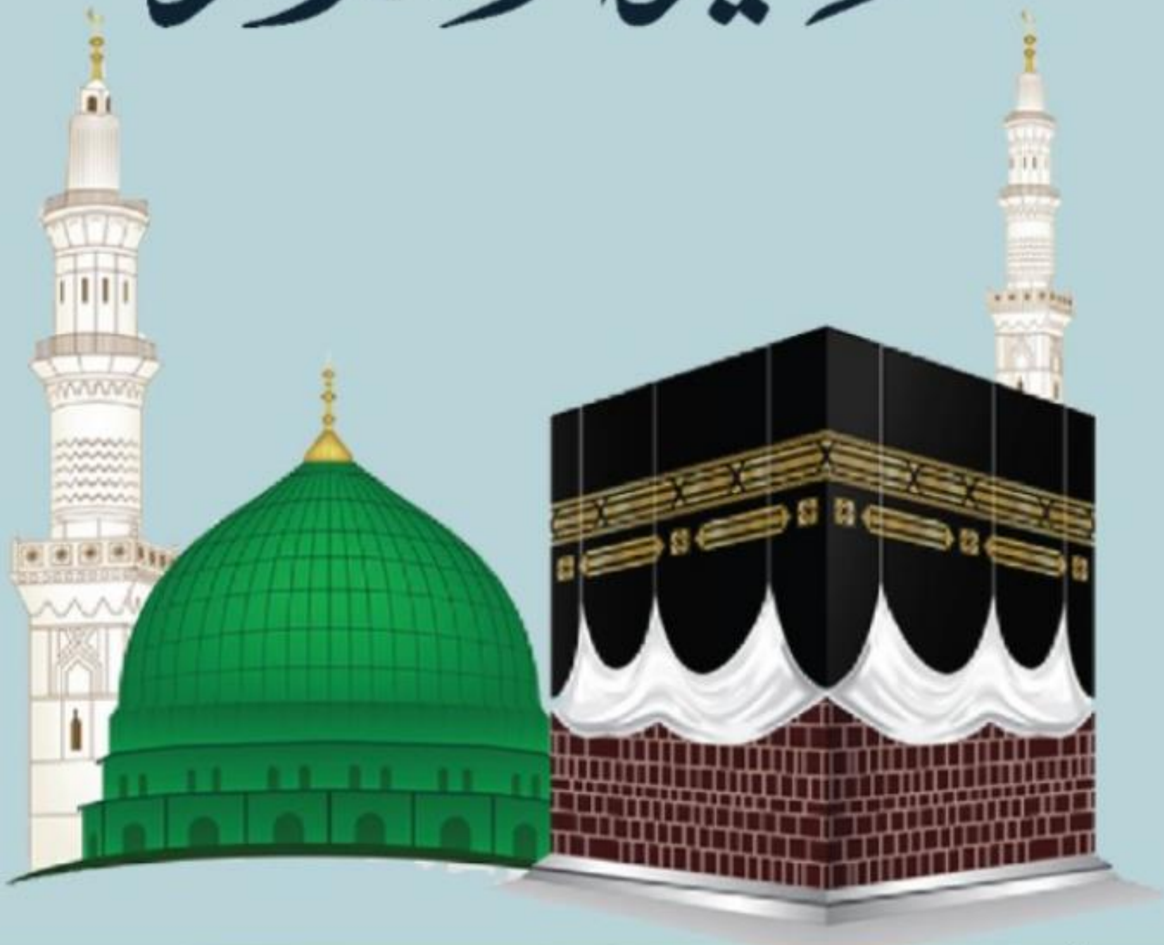
سہ ماہی آن لائن مجلہ

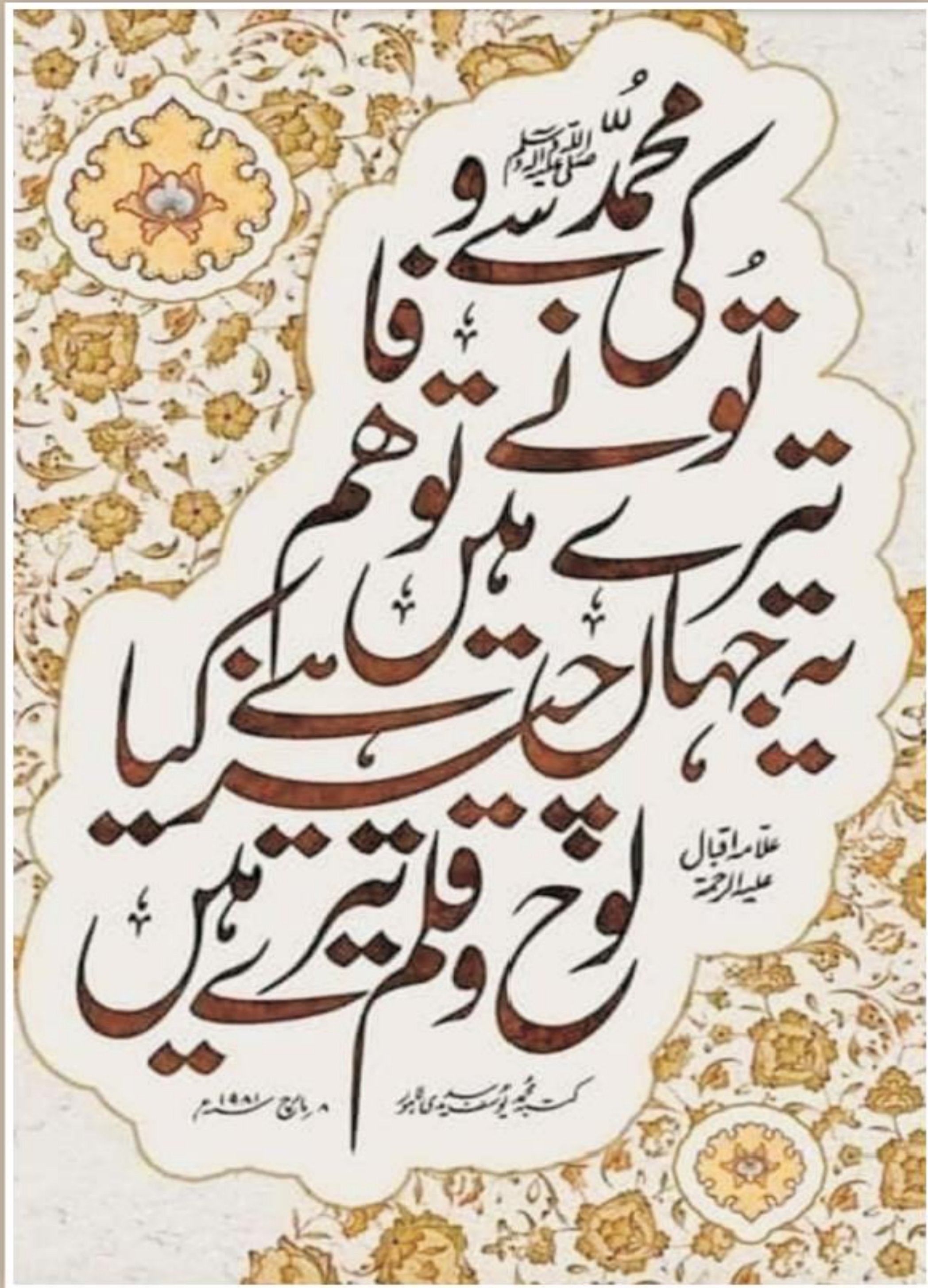
بصیرت الاسلام

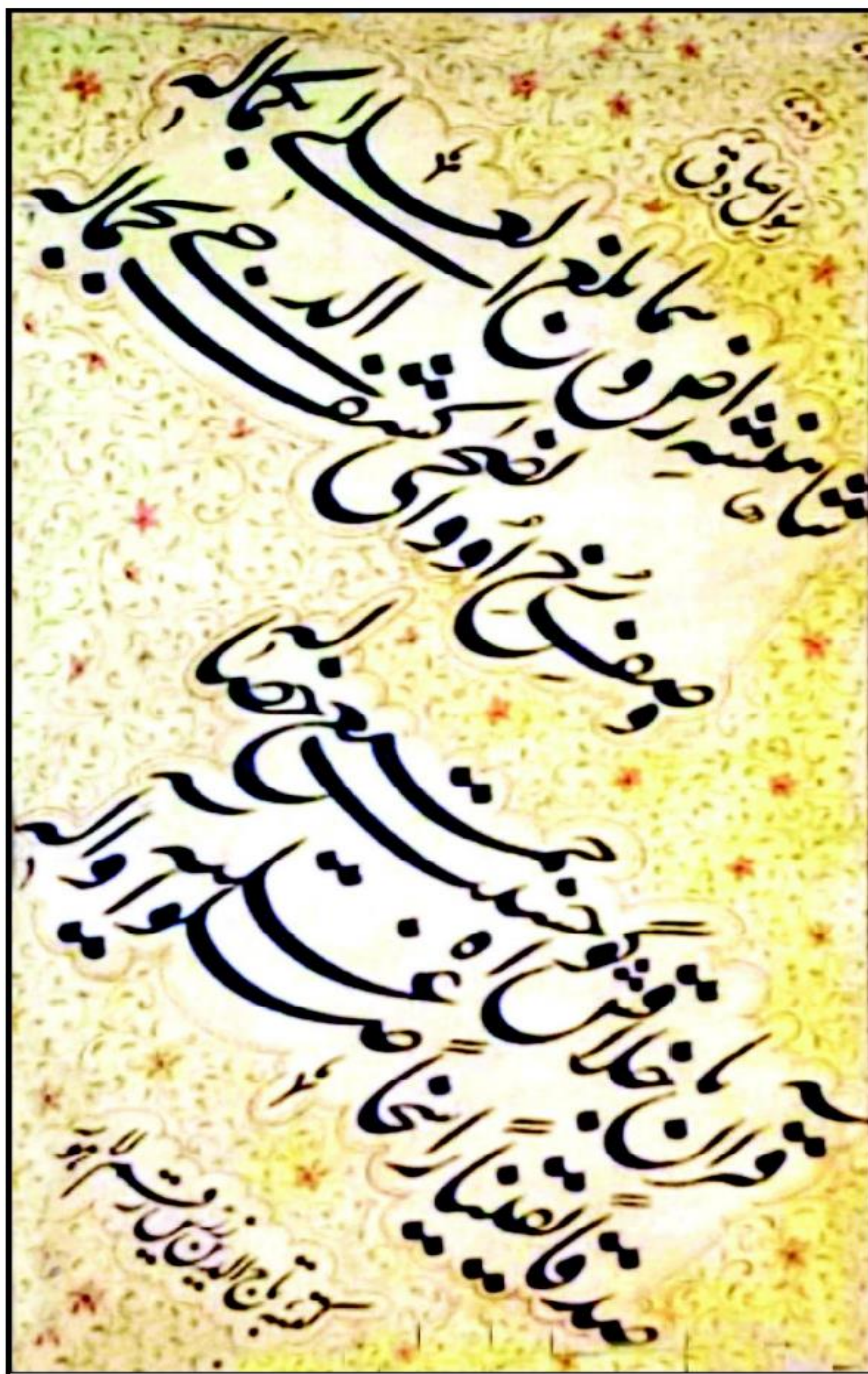


پیشکش: بصیرت الاسلام ریسرچ سنٹر لاہور کینٹ

بصیرت الاسلام

مؤسس: مفتی اسد لطیف دستی


کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
علامہ اقبال علیہ الرحمۃ



سہ ماہی آن لائن مجلہ
بصیرت الاسلام

شمارہ نمبر1 ایمانیات(01/03/2021)

فہرس

کمپوزر: مفتی محمد صابر غوری Baseeratulislam@gmail.com

03025392406/03087278025

مجلہ بصیرت الاسلام: ایک تعارف

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ دور سب سے تیز رفتار، ترقی یافتہ اور جدید ٹیکنولوجی کا دور ہے۔ جہاں پہلے کسی معلومات کیلئے کئی کتابوں کو کھوجنا پڑتا تھا اب وہیں ایک کلک پر ساری معلومات آپ کے سامنے حاضر ہو جاتی ہے۔ ہر موضوع پر ہزاروں لاکھوں کتابیں آپ کیلئے سوشل ویب سائٹس پر موجود ہیں، تعلیمی کورسز ہوں یا دینی و دنیاوی علوم جنہیں آپ جب چاہیں آن لائن یا ڈاؤن لوڈ کر کے پڑھ سکتے ہیں۔ جہاں پر سوشل میڈیا اتنے فوائد دے رہا وہاں پر اس کے بے شمار نقصانات بھی سامنے آ رہے ہیں۔

اسلام کو ہر دور میں مختلف فتنوں اور چیلنجز کا سامنا رہا ہے۔ دورِ حاضر اور مستقبل بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اسلام دشمن ہر دور میں نت نئے حربے اور طریقے اسلام کو بدنام کرنے اور مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ جدید ترقی یافتہ دور میں دشمنان اسلام کے ہاتھ میں نئے زیادہ دور رس، طاقتور اور مہلک ہتھیار دے دیے ہیں۔ دور جدید کے ان خطرناک ہتھیاروں میں میڈیا سب سے اہم اور مہلک ترین ہتھیاروں میں سے ایک ہے۔ جس پر مختلف اسلام مخالف فتنوں کا لٹریچر موجود ہے۔ جس سے نوجوان نسل گمراہ ہو رہی ہے۔ اسی خطرہ کو دیکھتے ہوئے "مجلہ بصیرت الاسلام" کو آن لائن شائع کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جو کہ قلمی جہاد ثابت ہو گا۔ ان شاءاللہ العزیز

آن لائن سہ ماہی "مجلہ بصیرت الاسلام" کی نوعیت ایک علمی، تحقیقی اور اصلاحی مجلے کی ہو گی اس میں کوئی شک نہیں کہ مدارسِ دینیہ کے فضلائے کرام مختلف سمتوں میں دینِ اسلام اور مسلک حق اہلسنّت کی سربلندی کے لیے اپنی استطاعت کے مطابق اعلیٰ خدمات انجام دے رہے ہیں لیکن اسلامی صحافتی میدان میں عربی، اردو اور انگریزی زبانوں میں تحقیقی کام کے حوالے سے ہماری کوششیں انتہائی ناکافی ہیں جبکہ درپیش چیلنجز سنگین سے سنگین تر ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کے لیے ہم نے نہ صرف دینی مدارس بلکہ عصری تعلیم کے حامل نوجوان محققین سے بھی علمی تعاون کی اپیل کی ہے۔ کیونکہ دشمنانِ اسلام کا پہلا حملہ سکول، کالجز اور یونی ورسٹیز ہی ہیں۔ سو ہم ان اداروں سے منسلک افراد (محترم اساتذہ، طلباء، طالبات) سے درخواست کرتے ہیں کہ دفاعِ اسلام کے لیے اپنا قلم اٹھائیں۔ اگر آپ ذوق رکھتے ہیں لیکن لکھ نہیں پاتے تو اس کے لیے بھی "بصیرت الاسلام" کی ٹیم آپ کی مدد کو تیار ہے۔ ہم (مجلہ "بصیرت الاسلام" کی ٹیم) "جماعت اہلسنّت" کے تمام اہل علم و فضل و اصحاب قلم سے بجا طور پر توقع رکھتے ہیں کہ وہ اپنے علمی، تحقیقی مضامین، مقالہ جات، ریسرچ پیپرز، اسائنمنٹس اور اصلاحی نگارشات ہمیں ارسال فرمائیں گے، جنہیں ہم مجلہ "بصیرت الاسلام" کی زینت بنائیں گے۔ ان شاءاللہ العزیز

اللہ تعالیٰ ہمیں اس مقصد میں کامیاب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درس قرآن (تفسیر التبیان)

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلَاۃَ وَمِمَّا رَزَقْنَاھُمْ یُنْفِقُوْنَ (3) وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ (4) اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (5)[1]

جو غیب پر ایمان لاتے [2] اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے (ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اور ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف اُتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اُتارا گیا اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں [3]۔ وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔

تفسیر: 2۔اس کتاب (قرآن حکیم) سے ہدایت حاصل کرنے والے پرہیز گاروں کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ایمان کی حقیقت "تصدیق قلبی" ہے جو اقرار انسانی کے بغیر معتبر نہیں "غیب" وہ ہے جس کے ادراک سے حس اور بداہتِ عقل عاجز ہو،اس کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس پر کوئی ایسی دلی قائم ہو جس کے ذریعے ہر شخص اسے جان سکے۔دوسری قسم وہ غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم ہو جس کے ذریعے ہر شخص اسے جان سکے ۔دوسری قسم وہ غیب ہے جس پر کوئی ایسی دلیل قائم نہ ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کا غیب خاص ہے۔نص قرآنی: وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ ۔اور ۔ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ۔ میں یہی غیب خاص مراد ہے۔جس کا علم تعلیم حق کے بغیر کسی کے لئے ممکن نہیں۔زبان نبوت سے ہمیں جن حقائق غیبیہ کا علم ہوا،ان سب کی تصدیق قلبی اور اقرار لسانی تقویٰ کی بنیاد اور ایمان بالغیب ہے۔

---

[1] البقرہ:3-5

3۔یہ متقین کی پانچویں صفت ہے۔قیامت پر یقین رکھنا پہلی صفات کے لئے بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔کیونکہ دنیادار العمل اور آخرت دارالجزاءہے۔جس شخص کا یقین یوم الجزاء پر نہ ہو اس کا عمل بے بنیاد ہے ۔تمام آسمانی کتابوں اور قرآنی تعلیمات کا خلاصہ یہی ہے کہ دنیا میں جیسا عمل ہو گا،آخرت میں اس کی جزاء ویسی ہی ملے گی جس کا یقین قیامت پر نہ ہو وہ نہ کسی برائی سے بچ سکتاہے اور نہ کوئی نیکی کر سکتا ہے۔بلکہ اس کے لئے نیکی بدی کا تصور ہی بے معنی ہے۔کفر و شرک اور ہر قسم کے گناہ سے بچ کر ایمان واعمال صالحہ کو اختیار کرنا اُنہی لوگوں کی شان ہے جو قیامت پر یقین رکھتے ہیں۔

تنبیہ۔ان آیات میں وہ لوگ مراد نہیں جو ایمان لانے کے باوجود راسخ الایمان نہ ہوئےاور ایمان کی لذات انہوں نے محسوس نہیں کی۔انہیں میں سے کچھ بد نصیب مرتد ہو کر دوبارہ کفر کے گڑھے میں جا گرے اور ہمیشہ کے لئے "ہدیٰ "اور "فلاح"کی نعمت سے محروم ہو گئے۔العیاذ باللہ تعالیٰ،بلکہ ان تمام آیات میں " هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ "تک مومنین کاملین مراد ہیں جو قرآنی ہدایت سے نفع اُٹھا کر یقینِ محکم اور ایمانِ کامل کی دولت سے مالا مال ہوئے۔

عبادات اور اعمال صالحہ کو انہوں نے خوشی سے اختیار کیا، تقویٰ کی حقیقت کو اُنہوں نے پالیا۔ایمان اُن کے دِلوں میں راسخ ہو گیا۔اوراس کی حلاوت اُنہیں محسوس ہونے لگی کُفر سے انہیں ایسی نفرت اور کراہت پیدا ہو گئی کہ وہ اُسے بھڑکتی ہوئی آگ تصور کرنے لگے۔اُن کے لئے ایمان چھوڑ کر کُفر اختیار کرنا ممکن نہ رہا۔ان خوش نصیبوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے " أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ "فرما کر ان کے ایمان پر مہر تصدیق ثبت فرمادی اور " وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ "ارشاد فرما کر اُنہیں فلاح دارین اور نعمائے جنت کی بشارت دے دی۔[1]

---

[1] کاظمی ،سید احمد سعید ، تفسیر التبیان ص53-55 طبع :کاظمی پبلیکیشنز ملتان

درس حدیث (نعمۃ الباری شرح صحیح بخاری)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے

عن ابن عُمر رَضِی اللہ عنھما قال قَال رسولَ اللہ صَلّی اللہ عَلَیہ وَسلم بُنِیَ الإِسْلَامُ عَلیٰ خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ.[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: (1) اس کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے مستحق نہیں ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں (2) نماز قائم کرنا (3) زکوۃ ادا کرنا (4) (بیت اللہ کا) حج کرنا (5) رمضان کے روزے رکھنا۔"

آیا اسلام اور ایمان مترادف ہیں یا نہیں؟

امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان میں ایمان کا ذکر کیا ہے اور اس عنوان کے بعد جو حدیث ذکر کی ہے، اس میں اسلام کا ذکر ہے، اس وجہ سے اکثر شارحین حدیث نے یہ کہا ہے امام بخاری کے نزدیک ایمان اور اسلام مترادف ہیں، لیکن تحقیق یہ ہے کہ ان دو لفظوں کو مترادف کہا جاتا ہے، جن کا مفہوم واحد ہو، جیسے لیث اور اسد مترادف ہیں، کیونکہ دونوں کا معنی شیر ہے، اور یہاں ایمان کا معنی تصدیق ہے اور اسلام کا معنی احکام شرعیہ کی اطاعت کرنا ہے، لیکن ایمان اور اسلام متلازم ہیں اور دونوں کا مصداق واحد ہے اور دونوں ایک دوسرے کے بغیر متحقق نہیں ہیں۔

---

[1] بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، باب قول النبی صلی الله علیه وآله وسلم : بنی الإسلام علی خمس، 1 : 12، رقم : 8

2.مسلم، الصحیح، کتاب الایمان، باب بیان أرکان الإسلام و دعائمه العظام، 1 : 45، رقم : 16)

علامہ سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی 791ھ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایمان اور اسلام واحد ہیں کیونکہ اسلام خضوع اور انقیاد (اطاعت) ہے، یعنی احکام شرعیہ کو ماننا اور ان کی تصدیق کرنا ،اور یہی تصدیق کی حقیقت ہے اور اس کی تائید ان آیات سے ہوتی ہے:

فَأَخْرَجْنَا مَن كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۔ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ۔[1]

سو ہم نے ان سب کو نکال دیا، جو اس بستی میں ایمان والے تھے۔ پس ہم نے اس میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا اور کوئی گھر نہ پایا۔

پہلی آیت میں جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے "مومنین" فرمایا ہے، ان ہی کو دوسری آیت میں "مسلمین" فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مومنین اور مسلمین واحد ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ شریعت میں یہ صحیح نہیں ہے کہ کسی شخص کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ مومن ہے اور مسلم نہیں ہے، یا یہ کہا جائے کہ وہ مسلم ہے اور مومن نہیں ہے، اور ہم نے جو یہ کہا ہے کہ یہ دونوں واحد ہیں، اس سے ہماری یہی مراد ہے، اور مشائخ کے ظاہر کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور ایمان متغائر نہیں ہیں یعنی وہ مفہوم میں متحد نہیں ہیں، لیکن ان کا مصداق واحد ہے اور ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے، اسی طرح "کفایہ" میں مذکور ہے کہ ایمان اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی خبروں کی تصدیق ہے اور اسلام اللہ تعالیٰ کو خالق ماننا ہے اور اس کی اطاعت کرنا ہے، اور یہ اطاعت اس وقت متحقق ہوگی، جب اللہ تعالیٰ کے احکام کو قبول کر لیا جائے، پس ایمان سے حکماً الگ نہیں ہوتا، لہٰذا یہ متغائر نہیں ہیں، اور جس نے اس میں تغایر ثابت کیا، اس سے کہا جائے گا کہ جو شخص ایمان لایا اور اسلام نہیں لایا، یا اسلام لایا اور ایمان نہیں لایا، اس کا کیا حکم ہے؟ اگر اس نے دونوں کا الگ الگ حکم بیان کیا تو اس کا بطلان ظاہر ہو جائے گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا ۖ قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا[2]

دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لے آئے، آپ کہیے: تم ایمان نہیں لائے لیکن تم یہ کہو کہ ہم اسلام لے آئے۔

---

[1] الذاریات: 35-36

[2] الحجرات: 14

یہ آیت اس مطلب میں صریح ہے کہ اسلام،ایمان کے بغیر متحقق ہوتا ہے،لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں ایمان کے بغیر اسلام معتبر نہیں ہوتا،اوراس آیت میں اسلام سے مراد ظاہر یااطاعت ہے جو باطنی اطاعت کے بغیر ہو جیسے کوئی شخص تصدیق بالقلب کے بغیر کلمہ شہادت پڑھ لے تو اس کاایمان معتبر نہیں ہوگا۔[1]

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ علامہ تفتازانی کے نزدیک ایمان اور اسلام مترادف ہیں کیونکہ دونوں کا مفہوم واحد ہے جب کہ مشائخ کے نزدیک ان کے مفہوم تو متغائر ہیں،لیکن دونوں کا مصداق واحد ہے اور ان سے کوئی بھی دوسرے کے بغیر متحقق نہیں ہے۔

آیا ارکان اسلام میں سے کسی چیز کو ترک کرنا کفر ہے یا نہیں؟

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ توحیداور رسالت کی گواہی،نماز قائم کرنے،زکوٰۃادا کرنے،روزے رکھنے اور حج کرنے پر اسلام کی بنیاد ہے۔اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کو ترک کردے تو پھر وہ مسلمان رہے گا یا نہیں ؟اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابوالفرج عبدالرحمان بن شہاب ابن رجب حنبلی متوفی 795ھ لکھتے ہیں:

اسلام کی گرہ اور قواعد دین تین ہیں:"لاالہ الااللہ"اور"محمد رسول اللہ"کی شہادت"نماز قائم کرنااور روزے رکھنا،جس نے اس میں سے کسی ایک کو بھی ترک کیا تو وہ کافر ہے اور اس کا خون بہانا حلال ہے اور جس کے پاس مال بہت ہے اور وہ حج نہ کرے تو وہ کافر رہے گا،لیکن اس کا خون بہانا حلال نہیں ہوگا اور جو شخص بہت مال دار ہو اور زکوۃ نہ ادا کرے،وہ کافر رہے گا اور اس کا خون بہانہ حلال نہیں ہوگا۔[2]

حافظ ابن رجب حنبلی نے اس موقف پر درج ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نماز ترک کرنے کے سوااور کسی عمل کے ترک کرنے کو کفر نہیں قرار دیتے تھے۔[3]

---

[1]شرح عقائد نسفی ص94-95،سکندر علی ،بہادر علی تاجران کتب ،کراچی

[2]فتح الباری لابن رجب ج1ص22،دارابن الجوزی ،مکہ مکرمہ ،141ھ

[3]سنن ترمذی:2622

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسان کے درمیان اور شرک اور کفر کے درمیان نماز ترک کرنا ہے۔[1]

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارے اور ان کے درمیان نماز کا عہد ہے، پس جس نے نماز کو ترک کیا، اس نے کفر کیا۔[2]

تارک نماز کے متعلق مذہب

حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی 755ھ لکھتے ہیں:

اس باب کی حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ان پانچ چیزوں میں سے کسی کو ترک کردے وہ مسلمان نہیں رہے گا لیکن اس پر اجماع ہے کہ ان چیزوں میں سے کسی کو ترک کرنے سے بندہ کافر نہیں ہوگا، اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک تارک نماز کو بہ طور حد قتل کیا جائے گا، بہ طور کفر قتل نہیں کیا جائے گا، اگرچہ امام احمد اور بعض مالکیہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس کو بہ طور کفر قتل کیا جائے گا، اور نبی صلیٰ اللہ علیہ وسلم کا جو ارشاد ہے کہ "جس نے نماز کو عمداً ترک کیا، اس نے کفر کیا"[3]

سو یہ ڈانٹ ڈپٹ اور دھمکانے پر محمول ہے یا پھر اس میں تاویل ہے کہ جس نے حلال اور جائز سمجھ کر نماز کو ترک کیا، وہ کافر ہوگیا اور یہ کفر سے مراد کفران نعمت ہے، تاہم اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پانچوں نمازیں فرض عین ہیں، امام ابو حنیفہ کے نزدیک تارک نماز کو قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ نماز سے تائب ہو اور نمازی بن جائے۔[4]

---

[1] صحیح مسلم:82،سنن ترمذی:1078،سنن نسائی:464
[2] سنن ترمذی:2621،سنن ابن ماجہ:1079
[3] المعجم الاوسط:3372
[4] عمدۃ القاری ج1ص200،دار الکتب العلمیہ،بیروت،1421ھ

اس اعتراض کا جواب کہ ارکان اسلام میں جہاد کو کیوں شامل نہیں کیا گیا؟

ایک اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اسلام کے ارکان خمسہ میں جہاد کو کیوں شامل نہیں کیا گیا؟اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کے ارکان سے مراد وہ امور ہیں، جو ہر حال میں فرض عین ہوں اور جہاد ہر حال میں فرض عین نہیں ہے، جب اسلامی ملک پر دشمن حملہ کرے تو اس کو بچانے کے لئے جہاد کرنا فرض عین ہے اور تبلیغ اسلام کے لئے جہاد کرنا فرض کفایہ ہے۔[1]

[1] ۔سعیدی :نعمۃ الباری شرح صحیح بخاری،1،۔۔۔

اسلام کا تصور الٰہ اور توحید باری تعالیٰ

(عقلی دلائل کی روشنی میں)



ڈاکٹر حافظ محمد سلیم سعیدی

اسسٹنٹ پروفیسر اسلامک انٹرنیشنل یونی ورسٹی اسلام آباد

خطیب جامع مسجد حنفیہ جی نائن ون اسلام آباد

hafizmuhammadsaleemsaeedi@hotmail.com

03455205310

اسلام کا تصور الٰہ اور توحید باری تعالیٰ

(عقلی دلائل کی روشنی میں)

اسلام کا تصور الٰہ

تمام ادیان سماویہ نے سب سے پہلے جس عقیدہ کی طرف دعوت دی وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا عقیدہ ہے۔ہر نبی اور رسول نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کے وحدانیت کی طرف بلایا،اور جب بھی کسی قوم نے اپنے نبی کی تعلیمات سے انحراف شروع کیا اور اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے دین سے رو گردانی کی تو اللہ تعالیٰ دوسرے نبی کو مبعوث فرما دیتا۔

یہودیت میں جب تحریف ہوئی،اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائیت کی تعلیمات کے ساتھ بھیج دیا۔ان کے بعد عیسائیت،راہبوں وعیسائیوں کے ہاتھ میں ایک کھلونا بن گیا اور اللہ تعالیٰ کی حقیقی تعلیمات کو اپنی خواہشات کے مطابق تبدیل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے سید الاولین والآخرین محمد بن عبد اللہ ﷺ کو اپنا آخری نبی بنا کر بھیجا۔

اللہ تعالی نے اپی آکری کتاب قرآن کریم میں دوبارہ بنی نوعِ انسانی کو اپنی بندگی کی طرف بلایا۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعے اپنی ذات وصفات کا تعارف کروایا اور انسانوں کو اس پر ایمان لانے کا حکم دیا۔

قرآن کریم کی ہر سورت میں بنیادی مضمون توحید باری تعالیٰ ہے،مگر سورۃ الاخلاص کو اس توحید کت ساتھ خاص کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ o اللَّهُ الصَّمَدُ o لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ o وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ o[1]

---

[1] سورة الاخلاص

(کہہ دو: بات یہ ہے کہ اللہ ہر لحاظ سے ایک ہے۔ اللہ ہی ایسا ہے کہ سب اُس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں۔ نہ اُس کی کوئی اولاد ہے، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اور اس کے جوڑ کا کوئی بھی نہیں)

جب مشرکین مکہ نے رسول اکرم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کا حسب ونسب پوچھا تو اُن کے رد میں اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف ان الفاظ میں کیا کہ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے یکتا ہے، نہ ذات میں اس کی طرف کوئی ہے، اور نہ ہی صفات میں اس طرح کوئی ہو سکتا ہے۔ نہ اس کے اجزاء ہیں، نہ حصے اور نہ ہی اس کی صفات کسی اور میں پائی جاتی ہیں۔ تمام مخلوقات اپنے وجود اور قوام میں اس کی محتاج ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں، نہ کسی سے پیدا ہوا، نہ ہی اس کی کوئی اولاد ہے، اس کا کوئی ہمسر اور برابر نہیں۔

1۔1۔ذات باری تعالیٰ

اللہ تاعلیٰ کی ذات پاک کی حقیقت کا ادراک مخلوق کے لئے ممکن نہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بتادیا ہے کہ مخلوق اس کا علمی احاطہ کبھی نہیں کر سکتی۔ خالق و مخوق کے مابین ایسا فرق ہے کہ اس بارے میں کوئی جتنا جاننے کی کوشش کرے گا اتنا ہی اپنی کم مائیگی کا اعتراف کرے گا اور حیرت و حشت کے بیابان میں گم ہو جائے گا۔ اس لئے حدیث نبوی ﷺ میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں سوچنے سے منع فرمایا گیا ہے، اور اس کی نعمتوں کے بارے میں غور و فکر کی دعوت دی ہے جس سے انسان کو اپنے رب کے احسانات اور اس کے شکر کے بدلے میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

2۔1۔5توحیدِ باری تعالیٰ

توحید باری تعالیٰ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں یکتا اور منفرد ہے۔ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی ذات میں اس کا شریک نہیں، نہ ہی کسی کو اللہ تعالیٰ کی صفات میں شرکت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف اسلوب کے ساتھ توحید کو بیان فرمایا۔

پہلی دلیل:

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ O[1]

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل دی گئی ہے، کہ انسان اگر زمین و آسمان کی مخلوقات میں ذرا غور کرے تو اسے ایک ذات باری تعالیٰ کے وجود کا اقرار کرنا پڑے گا۔ کیوں کہ یہ مخلوقات خود عدم سے وجود میں آئی یا مخلوقات نے خود اپنے آپ کو پیدا کیا؟ اور یہ دونوں احتمال باطل ہیں۔

پہلا احتمال اس لئے باطل ہے کہ اس کارخانہ قدرت میں ہم دیکھتے ہیں کوئی خود بخود نہیں ہوتا، نہ ہی کوئی چیز خود بخود بن جاتی ہے، بلکہ ہر کام کے پیچھے ایک کرنے والا ہوتا ہے، ہر اثر کے پیچھے کوئی مؤثر ہوتا ہے، ہر چیز کا ایک بنانے والا ہوتا ہے۔ اس لئے یہ نہیں ہو سکتا کہ پوری کائنات خود بخود اتنی حسین اور عجیب انتظام کے ساتھ بن گئی جس میں سورج و چاند لاکھوں کروڑوں سال بعد بھی اپنے وقت ایک لمحہ آگے یا پیچھے نہیں ہوا۔

دوسرا احتمال بھی باطل ہے، کیونکہ مخلوق اپنے آپ کو خود پیدا نہیں کر سکتی۔ بلکہ اس کے بنانے والا اور خالق اس مخلوق ے علاوہ ایک ذات ہے۔

وہ ذات اللہ تعالیٰ کی ہے، جس نے رسولوں اور کتابوں کو بھیج کر اپنا تعارف کروایا کہ اس کائنات اور مخلوقات کو جس ذات نے پیدا کیا، وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔

دوسری دلیل:

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ[2]

---

[1] سورۃالطور،آیت:35

[2] سورۃ المومن ،آیت:91

(اللہ تعالیٰ نے کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ ہی اسکے ساتھ کوئی شریک ہے۔(کیوں کہ اگر ہوتاتو) پھر ہر ایک الٰہ اپنی مخلوقات کولے جاتااوران میں سے بعض دوسروں پر بغاوت کرتے۔پاک ہے اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے جس کے ساتھ یہ مشرک اللہ کو موصوف کرتے ہیں)

یہ آیت کریمہ توحید باری تعالیٰ کی دلیل ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود والٰہ مان لیاجائے تودوصورتیں ہیں: دوسرامعبود اللہ کی الوھیت کو تسلیم کرے گایااس الوھیت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ منازعہ وجھگڑاکرے گااوریہ دونوں صورتیں باطل ہیں۔

پہلی صورت اس لئے باطل ہے کہ اگردوسرامعبود اللہ تعالیٰ کی الوھیت کااقرار کرے تووہ معبود نہیں بلکہ عابد بن جائے گااوراس طرح اس کی الوھیت ختم ہوجائے گی کیوں کہ الوھیت کاتقاضایہ ہے کہ لوگ اس کو معبود سمجھے،جب کہ اس احتمال میں وہ اللہ تعالیٰ کو معبود قرادے رہاہے۔

دوسرااحتمال اس لئے باطل ہے کہ اگردوسرامعبود ہوتااوروہ اللہ تعالیٰ سے اس الوھیت میں تنازعہ اور جھگڑاکرتا تودنیاکانظام درھم برھم ہوجاتااور جس طرح ایک بادشاہ اپنی رعایاکولے کرالگ ملک میں رہتاہے اور دوسرے ملک کے بادشاہ کے ساتھ اپنی برتری وطاقت کے اظہار کے لئے لڑتاہے تویہ معبوداپنی مخلوق کولے کرالگ ہوجاتااوراس تنازع سے کائنات تباہ وجاتی مگر ہم دیکھتے ہیں کہ تاریخ کے کسی دور میں بھی زمین کے اس نظام میں کوئی خلل نہیں آیا،اسی طرح ہر معبود کی مخلوقات دوسرے معبود کے مخلوق سے زمانے،مکان اور دوسری چیزوں میں مختلف وممتاز ہوتی،جب کہ ہم اس کائنات میں اس تمیز واختلاف کامشاہد نہیں کرتے،جس سے ثابت ہوتاہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرامعبوداورالٰہ شریک نہیں۔

اس دلیل کو علماء کرام (دلیل التمانع) بھی کہتے ہیں،جس کی طرف ایک دوسری آیت کریمہ بھی اشارہ کیاگیاہے:

تیسری دلیل:

قُل لَّوۡ كَانَ مَعَهُۥٓ ءَالِهَةٞ كَمَا يَقُولُونَ إِذٗا لَّٱبۡتَغَوۡاْ إِلَىٰ ذِي ٱلۡعَرۡشِ سَبِيلٗا[1]

کہہ دو: "اگر اللہ کے ساتھ اور بھی خدا ہوتے تو وہ عرش والے (حقیقی خدا) پر چڑھائی کرنے کے لئے راستہ پیدا کر لیتے)

توحید کے حق میں اور شرک کے خلاف ایک عام فہم دلیل ہے۔اور وہ یہ کہ خدا ایسی ذات کو کہا جا سکتا ہے جو ہر کام پر قدرت رکھتی ہو اور کسی کے حکم کے تابع نہ ہو۔اب اگر کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی خدا ہوتے تو ان میں سے ہر دوسرے سے آزاد ہوتا،اور سب کی قدرت کامل ہوتی۔چنانچہ یہ دوسرے خدا مل کر عرش والے خدا پر چڑاھائی بھی کر سکتے۔اور اگر یہ کہا جائے کہ ان کو اللہ پر چڑھائی کرنے کی قدرت نہیں ہے اور وہ خود اللہ تعالیٰ کے محکوم ہیں تو پھر وہ خدا ہی کیا ہوئے؟ثابت ہو گیا کہ کائنات میں حقیقی خدا تو ایک ہی ہے،اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

چوتھی دلیل:

لَوۡ كَانَ فِيهِمَآ ءَالِهَةٌ إِلَّا ٱللَّهُ لَفَسَدَتَاۚ فَسُبۡحَٰنَ ٱللَّهِ رَبِّ ٱلۡعَرۡشِ عَمَّا يَصِفُونَ[2]

(اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا دوسرے خدا ہوتے تو دونوں درہم برہم ہو جاتے۔لٰہذا عرش کا مالک اللہ ان باتوں سے بالکل پاک ہے جو یہ لوگو بنایا کرتے ہیں)

یہ آیت بھی توحید باری تعالیٰ پر عام فہم دلیل ہے کہ اگر اس کائنات میں ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو ہر ایک مستقل خدائی رکھتا اور دوسروں کی تابع داری نہ کرتے۔جس کی وجہ سے فیصلوں میں اختلاف ہوتا،اگر ایک خدا دوسرے کے فیصلوں کے سامنے ہار مان لیتا تو وہ خدا ہی نہ ہوا!اگر سب خدا اپنے اپنے فیصلوں کو اس کائنات میں نافذ کرتے تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا،مگر ہم کائنات کے نظام میں کوئی خلل نہیں دیکھتے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔

---

[1] سورۃ الاسراء،آیت :42

[2] سورۃ الانبیاء،آیت :22

اس دلیل کی ایک تشریح اس طرح بھی کی جاتی ہے کہ مشاہدے سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ کائنات ایک مربوط نظام کے تحت چل رہاہے۔ سورج، چاند ستاروں سے لے کر، خشکی وسمندر کے نباتات، جمادات، حیوانات، غرض ہر مخلوق میں ایک خاص ہم آہنگی پائی جاتی ہے، جواس بات کی دلیل ہے کہ یہ سب ایک ارادے اور منصوبہ بندی کے تحت کاربند ہیں۔ اگر آسمان وزمین میں الگ الگ خداہوتے تو کائنات میں اس ربط وہم آہنگی کا فقدان ہوتا، جس سے یہ ساراانظام درہم برہم ہو جاتا۔

پانچویں دلیل:

کائنات میں غور کرنے سے معلوم ہوتاہے کہ ہر چیز کسی ایک اصل پر جاکر رک جاتی ہے۔ عدد کاسلسلہ لا متناہی ہے، مگر اس کا سلسلہ ایک پر رک جاتاہے، روشنی کا سلسلہ ایک سورج پر اختتام پذیر ہو جاتاہے، موجوں کا سلسلہ پانی پر جاکر تمام ہو جاتاہے، حکام کا سلسلہ بادشاہ پر جاکر ختم ہو جاتاہے۔ غرض ہر چیز کا بالآخر اختتام کسی ایک اصل پر ہو جاتاہے۔ پس یہ ناممکن ہے کہ کسی ایک موجود اصلی پر ان موجودات عالم کا سلسلہ تمام نہ ہو، ضروری ہے کہ کوئی ایسا موجود ہو کہ جس کو وجود اصلی اور ذاتی ہو اور ان تمام موجودات کا اصل ہو اور باقی اس کی فرع۔ وہ اصل اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

چھٹی دلیل:

کائنات کا نظم ونسق چلانے کے لئے ایک خداہی کافی ہے یا نہیں؟ اگر کافی ہے تو دوسرا خدا بالکل ضائع اور بے کار ہے، جسکی کوئی ضرورت ہی نہیں اور جس کی ضرورت نہ ہو، وہ خدا کیسے ہو سکتاہے؟ خدا کی شان تو یہ ہونی چاہیے کہ تمام مخلوقات اس کی طرف محتاج ہوتی ہے۔

اگر ایک خدا اس کائنات کے لئے کافی نہیں، تو یہ خدا کائنات کی تدبیر وانتظام سے عاجز ہوا جو کائنات چلانے کے لئے دوسرے خدا کا محتاج ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عاجز اور محتاج خدا نہیں ہو سکتا۔[1]

ساتویں دلیل:

شرکت اور شریک ہونا ایک عجیب ہے ۔انسان اپنے لئے بھی شرکت کو پسند نہیں کرتا، انسان اپنے مال، جائیدا، بیوی، بچوں میں اپنے ساتھ کسی شریک کو برداشت نہیں کرتا، بلکہ اپنی صفات میں بھی بے مثل و بے مثال ہونے کو پسند کرتا ہے۔ چنانچہ جب کسی کی تعریف کی جاتی ہے تو کہا جاتا ہے: آپ یکتائے زمانہ ہیں، بے مثل ہیں، آپ کی طرح کوئی نہیں!

خدا کے لئے تو ہر قسم کے عیب سے پاک ہونا ضروری ہے اور جب انسان شرکت کو اپنے لئے عیب سمجھتا ہے تو خدا کے لئے بھی یہ لازمی طور پر عیب ہے، اور خدا اس عیب شرکت سے پاک ہو گا اور وحدہ لا شریک ہو گا۔

آٹھویں دلیل:

اگر ایک سے زیادہ خدا فرض کر لئے جائیں تو کیا ایک خدا اپنے اسرار (راز) کو دوسروں سے چھپا کر رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر رکھ سکتا ہے تو دوسرے خدا بے خبر اور جاہل ہوئے، اور بے خبر و جاہل خدا نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ چھپا کر نہیں رکھ سکتا تو یہ خدا عاجز ہے اور عاجز و محتاج کبھی خدا نہیں بن سکتا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ خدا ایک ہی ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر قرآن وسنت اور عقلی دلائل کثیر تعداد میں موجود ہیں، ان سب کا احاطہ یہاں نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن کریم اور چند عقلی دلائل کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے جو اس بحث کو سمجھنے کے لئے کافی ہے۔

---

[1] کاندھلوی، محمد ادریس، علم الکلام، ص75

اسلامی تصور توحید اور ائمہ اسلام



علامہ محمد شاہد محمود خان سعیدی
فاضل جامعہ انوار العلوم ملتان، ایم فل اسلامک سٹڈیز بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان
اسلامیات ٹیچر خانیوال
msk6341987@gmail.com

03049116511

اسلامی تصور توحید اور ائمہ اسلام

اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کا بے حد و بے حساب اور کروڑہا مرتبہ شکر ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے مجھ ناچیز کو یہ سعادت عطا فرمائی کہ "اسلامی تصور توحید اور ائمہ اسلام" کے بارے میں اپنی معروضات پیش کروں۔ اسلامی تعلیمات میں تصور توحید کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور اسلامی مقصدِ حیات اسی فکر کو انسان کے رگ و پے میں اتارنے اور اس کے قلب و باطن میں جاگزیں کرنے سے متحقق ہوتا ہے۔ تصور توحید کی اساس تمام معبودانِ باطلہ کی نفی اور ایک اللہ وحدہ لاشریک کے اثبات پر ہے۔ عقیدہ توحید پر ہی ملت اسلامیہ کے قیام، بقاء اور ارتقاء کا انحصار ہے۔ یہی تصور توحید امت مسلمہ کی طاقت، اتحاد، ہمہ جہت ہم آہنگی اور سربلندی کا سرچشمہ ہے۔ اسلامی معاشرے میں عقیدہ توحید ہی وہ واحد عقیدہ ہے جس نے ملت اسلامیہ کو ایک لڑی میں پرو کر ناقابل تسخیر بنا دیا تھا۔ یہی تو وہ تصور ہے جس میں بادشاہ کی شان و شوکت اور فقیر کی ہیبت و سطوت تھی جیسا کہ شاعر مشرق نے فرمایا۔

ے

خودی کا سرِ نہاں لَااِلٰہ اِلَّااللہ
خودی ہے تیغ، فساں لَااِلٰہ اِلَّااللہ [1]

توحید کا لغوی معنی:

توحید کا لفظ وحدت سے نکلا ہے اس کا مادہ و، ح، د ہے جو باب تفعیل کا مصدر ہے اور اس کا لغوی معنی ہیں واحد ماننا، ایک ٹھہرانا، تنہا اور یکتا قرار دینا۔ المنجد میں توحید کے مصدر کے اعتبار سے یہ معنی بیان کیے گئے ہیں۔ التوحید اعتقاد وحدانیته تعالی یعنی توحید اللہ تعالی کے یکتا ہونے کا یقین رکھنا ہے نیز باب تفعیل کے

[1] ۔شاعر مشرق، علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال، ضرب کلیم، ص 527، طبع :نیشنل بک فاؤنڈیشن ،لاہور، سن اشاعت :1990ء

فاعل یعنی مُوَحِّد کے مندرجہ ذیل معنی بیان کیے گئے ہیں۔الموحد: من یعتقد وحدانیۃ اللہ تعالی[1] (یعنی جو اللہ تعالیٰ ایک ہونے کا یقین رکھے)

مصباح اللغات میں توحید کے لغوی معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے " وَحَّدَہٗ تَوحِیۡداً وَاَحَّدَہٗ یعنی ایک بنانا وَحَّدَ اللہ تعالی ایک اللہ پر ایمان لانا، یکتا ماننا یاۤلَا اِلٰہ اِلَّا اللہ کہنا"[2]

المفردات فی غریب القرآن میں توحید کے معنی اس طرح بیان ہوئے ہیں،"الوحدۃ: الانفراد، والواحد فی الحقیقۃ ھو الشیء الذی لا جزء لہ البتّۃ، "الوحدۃ: اکیلا، اور واحد در حقیقت وہ چیز ہے جس کا قطعاً کوئی جزنہ ہو۔

امام راغبؒ نے لفظ وحدۃ کے چھ معانی بیان کیے ہیں۔آخری معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "وإذا وصف اللہ تعالی بالواحد فمعناہ: ھو الذی لا یصحّ علیہ التّجزّی ولا التکثّر ،ولصعوبۃ ھذہ الوحدۃ قال تعالی: وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ[الزمر/45]"[3]

"اور جب لفظ واحد اللہ تعالیٰ کیساتھ متصف ہو (جیسے اللہ واحد) تو اس سے مراد وہ ذات ہوتی ہے جس میں تجزی یا تکثر ناممکن ہو اور اس وحدت کو سمجھنا چونکہ مشکل ہے اس لیے ارشاد باری تعالی ہے: اور جب تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو نفرت کرنے لگتے ہیں ان لوگوں کے دل جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے"

توحید کا معنی و مفہوم اور ائمہ اسلام:

توحید کی لغوی تشریح کے بعد اس کے اصطلاحی معنی کے بارے میں مختلف علماء کرام کی آرا کا جائزہ لیتے ہیں ۔چنانچہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانیؒ فرماتے ہیں "وفی اصطلاح اھل الحقیقۃ تجرید الذات الالھیۃ

---

[1] ۔لویس معلوف ،المنجدمترجم مولانا عبدالحفیظ بلیاوی: ص964 ،طبع: خزینہ علم و ادب ،لاہور

[2] ۔بلیاوی، مولانا عبدالحفیظ ،مصباح اللغات ،ص 896، طبع: مکتبہ قدوسیہ،اردوبازار ،لاہور،سن اشاعت: 1999ء

[3] ۔الراغب الاصفہانی ،ابوالقاسم حسین بن محمد ،المفردات فی غریب القرآن ج 2 ص 667،طبع:مکتبہ نزار مصطفی الباز

عن کل ما یتصور فی الالهام ویتخیل فی الاوهام والاذهان وهو ثلاثة اشیاء،معرفة الله تعالی بالربوبیة،والاقرار بالوحدانیة،ونفی الانداد عنه جملة"[1]

"اہل حق کی اصطلاح میں ،اللہ تعالی کی ذات کو ہر اس تصور سے پاک کرنا جو(دورانِ گفتگو)دماغوں اور وہم و گمان میں خیال کیا جاتا ہے اور وہ تین چیزیں ہیں،اللہ تعالیٰ کو رب ہونے کے اعتبار سے پہچاننا اور وحدانیت کا اقرار کرنا اور اس کی ذات کے مقابلہ میں تمام معبودانِ باطلہ کا انکار کرنا ہے"

شریعت کی اصطلاح میں یہ عقیدہ رکھنا توحید ہے کہ " اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات اور جملہ اوصاف و کمالات میں یکتا و بے مثال ہے،اس کا کوئی ساجھی یا شریک نہیں اس کا ہم پلہ یا ہم مرتبہ نہیں۔ چنانچہ امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاویؒ(م 321ھ)عقیدہ توحید کی نہایت دل آفریں و جامع مانع تعریف و توضیح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"نقول فی توحید الله معتقدین بتوفیق الله: إن الله واحد لا شریك له ولا شئ مثله ولا شئ یعجزه ولا إله غیره قدیم بلا ابتداء دائم بلا إنتهاء لا یفنی ولا یبید ولا یکون إلا ما یرید لا تبلغها لأوهام ولا تدرکه الأفهام ولا یشبهه الأنام حی لا یموت قیوم لا ینام خالق بلا حاجة رازق بلا مئونة،ممیت بلا مخافة باعث بلا مشقة مازال بصفاته قدیما قبل خلقه۔

لم یزدد بکونهم شیئا لم یکن قبهلم من صفاته و کما کان بصفاته ازلیا کذالك لا یزال علیها أبدیاًلیس بعد خلق الخلق استفاد اسم الخالق ولا بأحداثه البریة استفاد اسم الباری له معنی الربوبیة ولا مربوب ومعنی الخالق ولا مخلوق و کما انه محیی الموتی بعدما احیا استحق هذا الاسم قبل احیاءهم کذلك استحق الاسم الخالق قبل انشاءهم ذلك بانه علی کل شیيءٍ قدیر و کل شیيءٍ الیه فقیر و کل امر علیه یسیر ولا یحتاج الی شیيءٍ (لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦ شَيۡءٞۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ)خلق الخلق بعلمه وقدرلهم اقدارا وضرب لهم اجالا ولم یخف علیه شيء قبل خلقهم وعلم ماهم عاملون قبل ان یخلقهم وامرهم بطاعته ونهاهم عن معصیته۔

---

[1]۔الجرجانی ،السید شریف علی بن محمد ،کتاب التعریفات،ص51،طبع: مکتبہ اعزازیہ،مردان
ایضاً،مجمع اللغة العربیه ،المعجم الوسیط،ص،1016، طبع:مکتبة الشروق الدولیه،مصرسن اشاعت:2004ء

وکل شیئٍ یجزی بتقدیرہ ومشیئتہ ومشیئتہ تنفذ لا مشیئۃ للعباد الا ماشاء لھم فما شاء لھم کان ومالم یشاء لم یکن یھدی من یشاء ویعصم ویعافی من یشاء ویخذل ویبتلی عدلا وکلھم یتقلبون فی مشیئتہ بین فضلہ وعدلہ وھو متعال عن الأضداد وإلا نداد لا راد لقضائہ ولا معقب لحکمہ ولا غالب لأمرہ، آمنا بذالک کلہ وایقنا ان کلا من عندہ"[1]

''ہم اللہ تعالی کی توحید پر اعتقاد رکھتے ہوئے اسی کی توفیق سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالی کی ذات تنہا ہے اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں کوئی شے اس کے مثل نہیں اور کوئی چیز اللہ تعالی کو عاجز کرنے والی نہیں۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ قدیم ہے جس کی کوئی ابتداء نہیں وہ دائمی ہے اس کی کوئی انتہاء نہیں اس کی ذات کو فنا اور زوال نہیں اس کے ارادے کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ انسانی وہم و فکر اس کی حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے، نہ ہی انسانی فہم اس کی ذات کا ادراک کر سکتی ہے۔ وہ مخلوق کے مشابہ نہیں وہ زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی اور ہمیشہ سے قائم رہنے والا ہے جو نیند سے پاک ہے وہ بغیر کسی حاجت کے خالق وہ بغیر کسی محنت کے رازق ہے بغیر کسی مشقت کے دوبارہ زندہ کرنے والا ہے اللہ تعالی مخلوق کو پیدا کرنے سے قبل ہی اپنی صفات کاملہ سے متصف تھا۔

اس نے مخلوق کے وجود سے کوئی ایسی صفت حاصل نہیں کی جو اسے پہلے سے حاصل نہ تھی جس طرح ازل میں وہ صفات الوہیت سے متصف تھا۔ خالق کی صفت کیساتھ اس کا متصف ہونا تخلیق کے بعد سے نہیں (بلکہ ہمیشہ سے ہے) باری کی صفت سے متصف ہونا مخلوق کی پیدائش کے بعد سے نہیں (بلکہ پہلے سے ہی ہے) ربوبیت کی صفت سے وہ تب سے متصف ہے جب کوئی تربیت پانے والا نہیں تھا اور خالق کی صفت سے تب سے متصف ہے جب کہ کوئی مخلوق پیدا بھی نہ کی گئی۔ وہ جس طرح کسی مردے کو زندہ کرنے کی وجہ سے مُحی ہے اسی طرح اس (صفت احیا) سے زندہ کرنے سے قبل بھی متصف ہے اور اس طرح خالق کا نام بھی تخلیق سے قبل ہی اس کو حاصل ہے۔ اور یہ سب کچھ اس لیے کہ وہ تمام چیزوں پر (ہمیشہ سے) قادر ہے اور تمام اشیاء (وجود میں) اسی کی محتاج ہیں اور یہ سب کچھ حاصل کرنا اس پر آسان ہے اور وہ کسی چیز کا محتاج و ضرورت مند بھی نہیں (اس کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ (ہر بات) بہت سننے والا (ہر چیز کو) خوب دیکھنے والا ہے) مخلوق کو اسی طرح پیدا کیا جیسا وہ جانتا تھا اور ان کی تقدیریں مقدر فرمائیں

[1] الطحاوی، ابو جعفر احمد بن محمد، العقیدۃ الطحاویۃ :ص38،37، مدار الوطن للنشر، ریاض، سن اشاعت: 2016ء

مدت حیات تعیین فرمائی اللہ تعالی پر کوئی شے اس کی تخلیق سے قبل بھی پوشیدہ نہیں تھی اور جو کچھ یہ کرنے والے ہیں وہ اسے تخلیق سے قبل ہی جانتا تھا تمام کو اس نے اپنی فرماں برداری کا حکم دیا اور نافرمانی سے منع فرمایا۔

اور ہر شے اور اس کی مقررہ تقدیر اور مشیت کے مطابق ہی چلتی ہے اور (ہر جگہ) اسی کی مشیت کارفرما ہے نہ کہ بندوں کی مشیت وارادہ۔ہاں کچھ کسی بندے کے بارے میں اللہ چاہے تو جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو کچھ وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ جس کو چاہے وہ ہدایت دیتا ہے اور اپنے فضل سے عافیت و حفاظت دیتا ہے اور جسے چاہے وہ گمراہ کرتا ہے اور انصاف کیساتھ ذلیل و مبتلائے (عذاب) کرتا ہے اور تمام لوگ اس کے فضل و عدل کے درمیان گردش کرتے رہتے ہیں نہ کوئی اس کے مدمقابل ہے اور نہ کوئی شریک اس کے فیصلہ کو کوئی رد کرنے والا نہیں اس کے حکم کے آگے کوئی پس و پیش کرنے والا نہیں اور کوئی اس کے امر پر غالب آنے والا نہیں ہم ان تمام باتوں پر ایمان لا چکے ہیں۔اور یقین رکھتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس کی طرف سے ہے۔

امام صدر الدین محمد بن علاء الدین عليّ بن محمد الدمشقي الحنفي(م،792ھ) عقیدہ توحید کی شرعی واصطلاحی تعریف درج ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

فإن التَّوْحِيدَ يَتَضَمَّنُ ثَلَاثَةَ أَنْوَاعٍ: أَحَدُهَا: الْكَلَامُ فِي الصِّفَاتِ. وَالثَّانِي: تَوْحِيدُ الرُّبُوبِيَّةِ، وَبَيَانُ أَنَّ اللَّهَ وَحْدَهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ. وَالثَّالِثُ: تَوْحِيدُ الْإِلَهِيَّةِ، وَهُوَ اسْتِحْقَاقُهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَنْ يُعْبَدَ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ"[1]

"پس بیشک توحید کی تین اقسام ہیں: اول: توحید فی الصفات،ثانی: توحید فی الربوبیۃ،یعنی اس چیز کا بیان کہ اللہ تعالی ہر چیز کا خالق ہے،ثالث: توحید الالہیہ: یعنی اللہ تعالی ہی مستحق عبادت ہے اور وہ وحدہ لاشریک ہے"

نجم الملۃ والدین امام عمر بن محمد النسفی (م 537ھ) علم کلام کی معروف کتاب العقائد النسفیہ میں مفہوم توحید کچھ اس طرح بیان کرتے

ہیں:

[1] ـصدر الدين ،محمد بن علاء الدين الحنفى،شرح العقيدة الطحاوية،ص،27طبع:مؤسسة الرسالة – بيروت،سن اشاعت: 2005ء

"والمحدث للعالم هو الله تعالى الواحد القديم الحى القادر العليم السميع البصير الشائى المريد ليس بعرض ولا جسم ،ولا جوهر ولا مصور ،ولا محدود،ولا معدود ولا متبغض، ولا متجز، ولا متركب ولا مثناه، ولا يوصف بالماهية ولا بالكيفية ، ولا يتمكن فى مكان ولا يجرى عليه زمان ولا يشبهه شيئ ولا يخرج عن علمه وقدرته شيئ وله صفات أزلية قائمة بذاته وهى لا هو ولا غيره[1]

"عالم کو سب سے پہلے وجود عطا کرنے والی ذات اللہ تبارک وتعالی کی ہے جو کہ واحد ہے، قدیم ہے، ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے قدرت رکھنے والا ہے، جاننے والا ہے، سننے والا ہے، دیکھنے والا ہے، چاہنے والا ہے، ارادہ کرنے والا ہے، وہ عرض نہیں نہ جسم، نہ جوہر ہے نہ اس کی شکل وصورت نہ محدود ہے نہ معدود نہ حصوں کی شکل میں ہے نہ جزء کی صورت میں نہ مرکب ہے نہ متناہی نہ بیان کیا جاتا ہے نہ ہی کیفیت کے ساتھ وہ نہ کسی کے مکان میں متمکن ہے نہ ہی کوئی زمانہ اس پر حاوی ہے کوئی چیز بھی اس سے مشابہت نہیں رکھتی اور کوئی چیز بھی اس کی قدرت اور اس کے علم سے خارج نہیں۔اس کی صفات ازلی ہیں جو اس کی ذات سے قائم ہیں اور یہ صفات نہ ہی وہ (ذات باری تعالی) ہے اور نہ ہی اسی کا غیر ہیں"

امام ہمام امام اعظم نعمان بن ثابتؒ (م150ھ) فقہ اکبر میں عقیدہ توحید کو بیان کرتے ہیں جسے علامہ علی بن سلطان ملا علی قاریؒ (م1014ھ) نے منح الروض الازہر فی شرح فقہ الاکبر میں نقل کیا ہے:

"والله تعالى واحد لا من طريق العدد ولكن من طريق انه لا شريك له لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد لا يشبه شيئا من الاشياء من خلقه ولا يشبه شىء من خلقه لم يزل ولا يزال باسمائه وصفاته الذاتية والفعلية"[2]

"اللہ تعالی واحد ہے نہ کہ عدد کے اعتبار سے بلکہ اس اعتبار سے کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔نہ تو اس کو کسی نے جنا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔وہ اپنی مخلوق میں سے کسی کے مشابہہ نہیں اور نہ ہی اس کی

---

[1]۔النسفی،عمر بن محمد ،العقائد النسفیہ ،ص 32،طبع: مکتبہ حقانیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ،ملتان

[2]۔ القاری،علی بن سلطانمحمد ،منح الروض الازہر فی شرح فقہ الاکبر، ص 60،طبع:دار البشائر الاسلامیہ ،بیروت سن اشاعت :1998ء

مخلوق میں سے کوئی چیز اس سے مشابہت رکھتی ہے وہ اپنے اسماءاور صفات ذاتیہ وفعلیہ میں ہمیشہ سے ہے جو کبھی بھی ختم ہونے والا نہیں"

امام ابوالحسن اشعریؒ (م324ھ) عقیدہ توحید کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

"المتفرد بالتوحيد، والمنفرد بالتمجيد، الذى لا تبلغه صفات العبيد، ليس له مثل ولانديد،وهو المبدئ المعيد، الفعال لما يريد، جل عن اتخاذ الصواحب والأولاد، وتقدس عن ملابسة الأجناس والأرجاس، ليست له عثرة تقال، ولا حد يضرب له مثال، لم يزل بصفاته أولا قديرا، ولا يزال عالما خبيرا، استوفى الأشياء علمه، ونفذت فيها إرادته، فلم تعزب عليه خفيات الأمور، ولم تغيره سوالف صروف الدهور، ولم يلحقه فى خلق شيء مما خلق كلال ولا تعب، ولا مسه لغوب ولا نصب، خلق الأشياء بقدرته، ودبرها بمشيئته، وقهرها بجبروته، وذللها بعزته، فذل لعظمته المتكبرون، واستكان لعز ربوبيته المتعظمون، وانقطع دون الرسوخ فى علمه العالمون، وذلت له الرقاب، وحارت فى ملكوته فطن ذوى الألباب، وقامت بكلمته السماوات السبع، واستقرت الأرض المهاد، وثبتت الجبال الرواسى، وجرت الرياح اللواقح، وسار فى جو السماء السحاب، وقامت على حدودها البحار، وهو الله الواحد القهار"[1]

"اللہ تبارک وتعالی وہ ذات ہے جو توحید کے اعتبار سے یکتا ہے، تمجید کے اعتبار سے قابل تعریف ہے، اس ذات کو بندوں کی صفات نہیں پاسکتی، اس کا کوئی مثل اور نظیر نہیں، وہی ہر چیز کی ابتداء کرنے والا ہے اور اس کو اصل حالت میں لوٹانے والا ہے، وہ جو ارادہ فرمائے اسے کر دینے والا ہے، وہ بیوی اور بیٹے رکھنے سے بلند وبرتر ہے، وہ عورتوں کے میل ملاپ سے پاک ہے، اس کی کوئی ایسی لغزش نہیں جسے ختم کیا جاسکے (یعنی اس کے تمام افعال لغزشوں سے پاک ہے) اور نہ ہی اس کی کوئی ایسی حد ہے جس کی مثال دی جاسکے۔ وہ اپنی صفات کے ساتھ اول سے ہی قادر ہے وہ ہمیشہ عالم اور خبیر رہا ہے، اس کا علم کل اشیاء سے پہلے ہے اور اس کا ارادہ ان میں نافذ ہے، پوشیدہ امور میں سے کچھ بھی اس سے مخفی نہیں گردش زمانہ نے ان میں کچھ تغیر نہیں کیا، کسی چیز کو بھی تخلیق کرنے میں اسے مشقت اور تھکان

[1] ۔الأشعري، أبو الحسن علي بن إسماعيل،الابانۃعن اصول الدیانہ ص 1، 2 طبع: دار الأنصار - القاهرة

نہیں ہوئی، نہ ہی اسے کوئی کمزوری اور تکلیف پہنچی، اس نے تمام اشیاء کو اپنی قدرت سے تخلیق کیا، اپنی مشیت سے ان کی تدبیر کی اپنی طاقت سے ان پر غالب رہا، اپنی قوت سے ان کو تابع کیا، پس متکبرین اس کی عظمت کے سامنے جھک گئے، اس کی ربوبیت کے سامنے بڑے بڑے عاجز ہوئے، اس کے علم راسخ کے آگے شک کرنے والے ختم ہو گئے، اس کے لیے گردنیں خم ہو گئیں عقلمندوں کی عقل ودانش اس کی بادشاہی میں متحیر ہو گئیں، اس کے کلمہ کے سبب ساتوں آسمان قائم ہوئے، وہی اللہ واحد ویکتا ہے، زبردست ہے جس کے سامنے طاقتور جھکتے اور بلند رتبہ رکھنے والے انکساری کرتے ہیں اور عالم چاہتے نہ چاہتے ہوئے اس کی اطاعت اختیار کرتے ہیں۔"

ابو حامد محمد بن محمد الغزالیؒ (م: 505ھ) عقیدہ توحید کے بارے میں لکھتے ہیں:

"أَنه فِي ذَاته وَاحِد لَا شريك لَهُ فَرد لَا مثيل لَهُ صَمد لَا ضد لَهُ مُنْفَرد لَا ند لَهُ وَأَنه وَاحِد قديم لَا أول لَهُ أزلي لَا بداية لَهُ مُسْتَمر الْوُجُود لَا آخر لَهُ أبدي لَا نِهَايَة لَهُ قيوم لَا انْقِطَاع لَهُ دَائِم لَا انصرام لَهُ لم يزل مَوْصُوفا بنعوت الْجلَال لَا يقْضى عَلَيْهِ بالانقضاء والانفصال بتصرم الآباد وانقراض الْآجَال بل هُوَ الأول وَالْآخر وَالظَّاهِر وَالْبَاطِن وَهُوَ بِكُل شَيْء عليم"[1]

"بیشک اللہ تعالی اپنی ذات میں واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں، یکتا ہے جس کی کوئی مثل نہیں، بے نیاز ہے جس کی کوئی ضد نہیں، منفرد ہے جس کی مانند کوئی نہیں وہ ایسا واحد اور قدیم ہے جس کا کوئی اول نہیں وہ ازل سے ہے جس کی کوئی ابتداء نہیں، اس کا وجود ہمیشہ باقی رہنے والا ہے جس کا کوئی آخر نہیں وہ ابدی ہے جس کی کوئی انتہاء نہیں، ہمیشہ قائم اور باقی رہنے والا جس میں کوئی انقطاع نہیں وہ جلالت کی صفت سے متصف رہا ہے، مدتوں کے خاتمہ اور زمانوں کی ہلاکت کے باعث اس فنائیت اور انجام کے سبب اس کیخلاف فیصلہ نہیں ہو سکتا بلکہ وہی اول ہے، وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے"

برصغیر پاک وہند کے متفق و معتمد علیہ محدث و فقیہ، قطب الملۃ والدین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ عقیدہ توحید پر نہایت خوبصورت انداز میں روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

[1] ۔الغزالی، أبو حامد محمد بن محمد،قواعد العقائد،ص 50، 51 طبع: عالم الكتب ،لبنان،سن اشاعت:1985ء

"نیکی اور اقسام نیکی میں اصل اصول اور نہایت عمدہ حصہ توحید کا ہے۔پروردگار عالم کی حضوری میں نیاز وانکسار کا حاصل ہونا اس کی توپر منحصر ہے۔اور یہ ہی سعادت جاذب اخلاق میں ایک بڑی چیز ہے یہ تدبیر علمی کی بنیاد ہے جو ان دونوں تدابیر مذکور میں زیادہ مفید ہے اسی کی وجہ سے آدمی کو غیب کی جانب کامل توجہ ہوتی ہے۔نہایت مقدس طریقے سے نفس میں غیب کے اتصال کی وجہ سے

استعداد حاصل ہوتی ہے۔آنحضرت ﷺ نے اس کی عظمت پر تنبیہ کی ہے اور اس کو تمام اقسام نیکی میں بمنزلہ دل قرار دیا ہے اگر وہ درست ہے تو سب نیکیاں درست ہیں اور اگر وہ فاسد ہے تو سب نیکیاں فاسد ہیں اور آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص مرے اور خدا کیساتھ کسی کو کسی امر میں شریک نہ کرتا ہو وہ بیشک جنت میں داخل ہوگا۔یا فرمایا ہے کہ اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے یا وہ جنت سے نہ روکا جائے گا"[1]

نیز آپ نے توحید کے چار درجات بیان کیے ہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"1۔واجب الوجود اس کے سوا کوئی نہیں۔

2۔ہر چیز کا خالق اللہ تعالی ہے۔

3۔جو کچھ کائنات میں ہے اس کا مدبر حقیقی صرف اللہ تعالی ہے۔4

۔اللہ تعالی کی ذات کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں"[2]

اعلحضرت ، عظیم البرکت ،پروانہ شمع رسالت ، مجدد رواں صدی الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلویؒ نے نہ صرف عظمتِ الوہیت پر پہرہ دیا بلکہ اس کا حق بھی ادا کیا چنانچہ فتاوی رضویہ جلد 29 میں شان الوہیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حق سبحانہ وتبارک وتعالی شانہ واحد ہے نہ عدد سے ،خالق ہے نہ علت سے ،فعال ہے نہ جوارح سے ،قریب ہے نہ مسافت سے ،ملک ہے مگر بے وزیر ،والی ہے بے مشیر ،حیات و سمع وبصر وارادہ وقدرت وعلم وغیرہا تمام صفات کمال سے ازلاً ابداً موصوف۔تمام شیون وشین وعیب سے اولاً وآخراً بری۔ذات پاک اس کی ند وضد ،شبیہ و مثل ،کیف

---

[1]۔شاہ ولی اللہ،حجۃ اللہ البالغہ مترجم عبدالحق حقانی،ص113، 114،طبع:فریدبکسٹال ،لاہور،

[2]۔ایضاً

وکم، شکل و جسم و جہت و مکان و آمد و زمان سے منزہ۔نہ والد ہے نہ مولود۔نہ کوئی شے اس کے جوڑ کی۔اور جس طرح ذات کریم اس کی مناسبت ذوات سے مبرا اسی طرح صفات کمالیہ اس کی مشابہتِ صفات سے معرا، مسلمان پر لا الہ الا اللہ ماننا، اللہ سبحانہ وتعالی کو احد، صمد، لاشریک لہ جاننا فرض اول و مدار ایمان ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ،نہ ذات میں کہ لا الہ الا اللہ، نہ صفات میں کہ لیس کمثلہ شیٔ، نہ اسماء میں کہ هل تعلم له سمياً نہ احکام میں کہ ولا يشرك في حكمه احداً ، نہ افعال میں کہ هل من خالق غير الله ،نہ سلطنت میں کہ ولم يكن له شريك في الملك "[1](یہاں صرف متن فتوی کا کچھ حصہ ذکر کیا گیا ہے بین السطور تشریح و توضیح بخوف طوالت تحریر نہیں کی)

صدر الشریعہ، بدر الطریقہ علامہ مفتی امجد علی اعظمیؒ عقیدہ توحید کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اللہ عزوجل ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں، نہ ذات میں، نہ صفات میں، نہ افعال میں، نہ احکام میں، نہ اسماء میں، واجب الوجود ہے یعنی اس کا وجود ضروری ہے اور عدم محال، قدیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے، ازلی کے بھی یہی معنی ہیں، باقی ہے یعنی
ہمیشہ رہے گا اور اسی کو ابدی بھی کہتے ہیں۔وہی اس کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت و پرستش کی جائے"[2]

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

عقیدہ توحید کے بیان میں بعض کوتاہ اندیش لوگ عامۃ الناس کو اس غلط فہمی میں مبتلا کرتے ہیں کہ کفار ومشرکین مکہ
معبودان باطلہ یعنی غیر اللہ کی عبادت اس لیے کرتے تھے کہ ان کو اللہ کا قرب نصیب ہو جائے اور اس پر قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہیں "أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى (الزمر:3)لوگو سن لو خالص بندگی اللہ ہی کے لیے ہے اور وہ لوگ جنھوں

---

[1] ۔بریلوی،احمد رضا خان،فتاوی رضویہ،ج29ص 340،طبع:رضا فاؤنڈیشن لاہور،سن اشاعت:2005ء

[2] ۔صدر الشریعہ،علامہ امجد علی اعظمی،بہار شریعت، ج 1 ص 2 طبع:مکتبۃ المدینہ کراچی،سن اشاعت:2008ء

نے اللہ کے سوا شریک بنا رکھے ہیں (کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر صرف اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں"

مخالفین کا یہ شبہ جب سامنے آتا ہے تو قرآن مجید کی آیت کریمہ سن کر ہر سادہ مسلمان یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ یہ آیت اولیاء کرام و صلحاء عظام کے بارے میں نازل ہوئی ہے حالانکہ اگر ترجمہ ہی پڑھ لیا جائے تو مسئلہ واضح ہو جاتا ہے کیونکہ مشرکین مکہ غیر اللہ یعنی بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے جیسا کہ لفظ "مَا نَعْبُدُهُمْ " سے ظاہر ہو رہا ہے جبکہ مسلمان ہمیشہ ہی اللہ تعالی کو وحدہ لا شریک مانتے ہیں اور محبوبان خدا کو اللہ تعالی کا بندہ مانتے ہیں اتنے واضح فرق کے بعد بھی کوئی عوام و علماء اہلسنت کو مشرک کہے تو اسے اپنے انداز تکلم پر غور کرنا چاہیے۔مزید وضاحت کے لیے آیت مذکورہ کی تفسیر میں امام مجاہد فرماتے ہیں :"عن مجاهد، في قوله: (مَا نَعْبُدُهُمْ إِلا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى) قال: قريش تقوله للأوثان، ومن قبلهم يقوله للملائكة ولعيسى ابن مريم ولعُزَير "[1]حضرت مجاہد آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ قریش بتوں کے لیے ایسا کہتے تھے،اور ان سے پہلے (کے کفار)فرشتوں کے لیے ،حضرت عیسی بن مریم علیہما السلام اور حضرت عزیر کے لیے ایسا کہتے تھے۔

امام جلال الدین سیوطی آیت مذکورہ کی تفسیر میں امام ابن جریر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"قَالَ: أنزلت فِي ثَلَاثَة أَحيَاء عَامر و كنانة وَبني سَلمَة كَانُوا يعْبدُونَ الْأَوْثَان وَيَقُولُونَ الْمَلَائِكَة بَنَاته فَقَالُوا {مَا نعبدهم إِلَّا ليقربونا إِلَى الله زلفى}"[2]

"یہ آیت کریمہ عرب کے تین قبائل عامر، کنانہ اور بنو سلمہ کے بارے میں نازل ہوئی جو بتوں کی عبادت کرتے تھے اور کہتے تھے

(معاذ اللہ) فرشتے اللہ تعالی کی بیٹیاں ہیں پس وہ کہتے ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر صرف اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں"اس کے بعد اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ إِنَّ اللَّهَ

---

[1] ـالطبري، أبو جعفر،محمد بن جرير، جامع البيان في تأويل القرآن ج21 ص 251، طبع:مؤسسة الرسالة،بيروت

[2] ـالسيوطي، عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين،الدر المنثور، ج7 ص 217،طبع: دار الفكر،بيروت

لَا يَهۡدِي مَنۡ هُوَ كَٰذِبٞ كَفَّارٞ (الزمر: 3) بیشک اللہ ان کے درمیان فیصلہ فرمادے گا جس چیز میں یہ اختلاف کررہے ہیں یقیناًاللہ رہنمائی نہیں فرماتا اسے جو نہایت جھوٹا بڑا ناشکرا ہو۔

ازالہ شبہ کے بعد یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ مخالفین کا اعتراض کرنا بالکل لغو اور باطل ہے۔اسی طرح اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ وہ تمام صفات جو مخلوق میں پائی جاتی ہیں حادث،فانی،محدود اور من جانب اللہ ہیں ان کا صفاتِ باری تعالی کیساتھ موازنہ کرنا بالکل درست نہیں ہے۔اگر فریقِ مخالف اس وضاحت کو سمجھ لے تو نہ صرف تمام مسائل کا حل نکل سکتا ہے بلکہ فرقہ پرستی اور شرک کے فتوی لگانے کا جو بازار گرم ہے وہ بھی ختم ہو سکتا ہے۔میں اپنی گفتگو کو غزالی زماں،رازی دوراں،امام اہلسنت، ضیغم اسلام حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ کے ان کلمات جلیلہ پر مکمل کروں گا جس میں انھوں نے توحید کو انسانیت کا مرکز اور وسیلہ رسالت قرار دیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں "اقوام عالم کی تہذیب وتمدن اور معاشرے میں اصولی اور بنیادی اختلافات کی سب سے بڑی وجہ توحید باری کے عقیدے میں اختلاف کا پایا جانا ہے۔بنی نوع انسان کو ایک مرکز پر لانے کا کوئی طریقہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتا کہ انھیں معبود واحد کی وحدانیت کے اعتقادی مرکز پر جمع کر دیا جائے لیکن فطرت انسانی محض عقل کی روشنی میں اس مرکز وحدت تک پہنچنے میں کسی ایسی دلیل کی محتاج تھی جو صحیح معنی میں اسے منزلِ مقصود تک پہنچادے اور تمام بنی نوع انسان کے لیے ایسی کامل اور قطعی دلیل حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔دوسرے لفظوں میں یہ کہیے کہ رسالت توحید کی دلیل ہے اور اس میں شک نہیں کہ کلمہ طیبہ "لاالہ الااللہ" دعوی ہے اور "محمد الرسول اللہ" اس کی دلیل ہے اور اس دلیل کے دعوی سے اتنا قرب ہے کہ دونوں کے درمیان واؤ عاطفہ تک کی گنجائش نہیں۔معلوم ہوا کہ قربِ الہی کا ذریعہ صرف قرب مصطفائی ہے اور توحید کا وسیلہ محض رسالت ہے۔[1]

بمصطفی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

آخر میں میں "مجلہ بصیرت الاسلام" اور اس کی پوری ٹیم کو پہلا ایمانیات نمبر نکالنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا

[1]۔ کاظمی ،سید احمد سعید ،مقالات کاظمی ج 1 ص 46،طبع :کاظمی پبلیکیشنز ملتان

ہوں کہ اللہ تعالی اپنی صفات جلیلہ کے طفیل اس مجلہ کو قبول عام عطافرمائے اور علماء اہلسنت کو دین متین کی بے لوث خدمت کرنے کی توفیق عطافرمائے۔آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایمان بالملائکہ



مولانا اسد لطیف دستی

فاضل جامعہ انوار العلوم: ملتان، ایم فل اسلامک سٹڈیز: رفاہ انٹرنیشنل یونی ورسٹی فیصل آباد کیمپس

ناظم اعلیٰ: ادارہ بصیرت القرآن، خطیب مرکزی جامع مسجد غوثیہ النور ٹاؤن والٹن روڈ لاہور کینٹ

asadlateef20@gmail.com

03087278025

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایمان بالملائکہ

قرآن پاک میں لفظ "ملائکہ" 68 مرتبہ اور "ملائکتہ" 5 مرتبہ آیا ہے۔

لفظ "ملائکہ" "مَلَك" سے مشتق ہے، اس کی جمع " مَلَائِك" آتی ہے، "شمائل " کے وزن پر۔ پھر جمع کو مؤنث کرنے کے لئے آخر میں (تاء تانیث) لگائی" ملائکۃ " بن گیا۔ جس کے معنی قاصد کے ہیں۔ اہل عرب کہتے ہیں "مَلَكَنِي اِلَيه" (مجھے اس کی طرف بھیجا) کیونکہ فرشتے حق تعالٰی اور اس کے پیغمبروں کے درمیان وحی لانے والے قاصد ہوتے ہیں، نیز ملائکہ اس دنیا میں رحمتیں اور عذاب لیکر آتے ہیں اس لئے انہیں "مَلَك" کہتے ہیں

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں :

علماء نحو کے نزدیک (اَلْمَلَكُ) یہ لفظ "ملائکہ" سے ماخوذ ہے اور اس کی میم زائد ہے۔ لیکن بعض محققین نے اسے "ملك " سے ماخوذ مانا ہے۔ اور کہا ہے کہ جو فرشتہ کائنات کا انتظام کرتا ہے اسے "مَلَك" (بفتح الام) کہا جاتا ہے۔[1]

تخلیق ملائکہ

فرشتے اللہ تعالٰی کی نوری مخلوق ہیں۔ ملائکہ کی حقیقت کے بارے کئی اقوال ہیں:

اکثر ائمہ کا قول ہے کہ:

ان الملائکہ اجسام لطیف نورانیة قادرة علی التشکلات باشکال مختلفة[1]

[1] الراغب الاصفہانی ،ابوالقاسم حسین بن محمد ،المفردات فی غریب القرآن ج 2 ص449،طبع:مکتبہ نزار مصطفی الباز

پس جمہور مسلمانوں کے مطابق ملائکہ وہ لطیف نورانی اجسام ہیں جنہیں (اپنی لطافت و نورانیت کے باعث) مختلف شکلیں بدلنے پر قدرت حاصل ہوتی ہے۔[1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور خاتم الانبیاء محمد مصطفٰی اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ، وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِّنْ نَّارٍ، وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ۔[2]

"فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا، جنات کو شعلہ زن آگ سے پیدا کیا گیا اور آدم کو اس شے سے پیدا کیا گیا ہے، جس کی صفت اللہ تعالیٰ نے تمہیں بیان فرمائی ہے (یعنی مٹی سے)

ملائکہ کے نام اور ذمہ داریاں

ملائکہ اللہ کی برگزیدہ مخلوق ہے یہ بارگاہ الٰہی سے وحی لے کر اس کے پیغمبروں کے پاس آتے ہیں، نیز انسان کا پیدائش سے لے کر موت تک ملائکہ کے ساتھ گہرا ربط و تعلق ہے۔ جب وہ جنین کی شکل میں رحم مادر میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ اس کے پاس بھیجتا ہے اور اسے اس کا عمل، رزق، اُجل اور نیک بخت ہوگا یا بد بخت لکھنے کا حکم دیتا ہے۔

کچھ جلیل القدر فرشتے ہیں، کچھ فرشتے عرش اٹھانے والے اور کچھ اس کے گرد گھومنے والے ہیں ، جنت و جہنم اور ان کے نگران فرشتے، اور وہ فرشتے جن کے سپرد دنیا کے انتظامات ہیں پھر ان کی بہت سی قسمیں ہیں جن کو ہم قرآنی آیات سے واضح کریں گے ان شاء اللہ

اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی سرشت میں کامل اطاعت کا پہلو رکھا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کائنات کے مختلف امور سرانجام دیتے ہیں۔

---

[1] شرح المقاصد،المبحث السابع ،الملائکۃ،ج3،ص318

[2] مسلم، الصحیح،کتاب الزہد ،باب فی احادیث متفرقہ ،الحدیث2996،ص1597

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ۔[1]

"وہ اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے ڈرتے رہتے ہیں اور جو حکم انہیں دیا جاتا ہے (اسے) بجالاتے ہیں۔"

یوں تو اللہ تعالیٰ نے بے شمار فرشتے پیدا فرمائے ہیں۔ جن کی تعداد کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے سورہ مدثر میں ہے:

وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ[2] O

اور آپ کے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا O

لیکن درجات کے لحاظ سے کچھ جلیل القدر فرشتے مقرب بارگاہ الٰہی ہیں جن میں چار فرشتے زیادہ مشہور ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام اور حضرت عزرائیل علیہ السلام۔

جلیل قدر ملائکہ

1) حضرت جبرائیل علیہ السلام: یہ ایک عظیم فرشتہ ہے ان کے ذمہ پیغمبروں کی خدمت میں وحی لانا ہے۔ اور قرآن پاک میں یہ لفظ "جبریل" 3 بار آیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

1) قُلْ مَن كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ[3]

---

[1] سورة النحل، 16 : 50

[2] سورة المدثر/31

[3] البقرة:97

آپ فرمادیں: جو شخص جبریل کا دشمن ہے (وہ ظلم کررہا ہے) کیونکہ اس نے (تو) اس (قرآن) کو آپ کے دل پر اللہ کے حکم سے اتارا ہے (جو) اپنے سے پہلے (کی کتابوں) کی تصدیق کرنے والا ہے اور مؤمنوں کے لئے (سراسر) ہدایت اور خوشخبری ہے۔

اس سے اگلی آیت میں ذکر ہوا:

2) مَن كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلآئِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ[1] 7

جو شخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہوا تو یقیناً اللہ (بھی ان) کافروں کا دشمن ہے۔

3) فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ o[2] 8

اگر تم دونوں نے اس بات پر ایک دوسرے کی اعانت کی (تو یہ نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے باعثِ رنج ہو سکتا ہے) سو بیشک اللہ ہی اُن کا دوست و مددگار ہے، اور جبریل اور صالح مومنین بھی اور اس کے بعد (سارے) فرشتے بھی (اُن کے) مددگار ہیں o

اور کچھ آیات میں جبرائیل امین کا تذکرہ روح القدس، روح الامین اور معزز و مکرم کی صفت سے کیا گیا ہے

1) فَاتَّخَذَتْ مِن دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا o[3]

پس انہوں نے ان (گھر والوں اور لوگوں) کی طرف سے حجاب اختیار کرلیا (تاکہ حسنِ مطلق اپنا حجاب اٹھادے)، تو ہم نے ان کی طرف اپنی روح (یعنی فرشتہ جبرائیل) کو بھیجا سو (جبرائیل) ان کے سامنے مکمل بشری صورت میں ظاہر ہوا۔

---

[1] البقرۃ:98
[2] سورۃ تحریم:4
[3] مریم:17

2) فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ o مَّرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ o بِأَيْدِي سَفَرَةٍ o كِرَامٍ بَرَرَةٍ o[1]

(یہ) معزّز و مکرّم اوراق میں (لکھی ہوئی) ہیں o جو نہایت بلند مرتبہ (اور) پاکیزہ ہیں o ایسے سفیروں (اور کاتبوں) کے ہاتھوں سے (آگے پہنچی) ہیں o جو بڑے صاحبانِ کرامت (اور) پیکرانِ طاعت ہیں o

3) تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ o[2]

اس (رات) میں فرشتے اور روح الامین (جبرائیل) اپنے رب کے حکم سے (خیر و برکت کے) ہر امر کے ساتھ اترتے ہیں o

2) **حضرت میکائیل علیہ السلام:** ان کے ذمہ بارش برسانے اور خدا کی مخلوق کو روزی پہنچانا ہے۔ یہ کلمہ ایک دفعہ قرآن میں آیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

1) مَن كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ[3]

میکال؛ یہ کلمہ غیر عربي اور غیر منصرف ہے۔

3) **حضرت اسرافیل علیہ السلام:** ان کے ذمہ قیامت کے دن صور پھونکنا ہے۔ قرب قیامت کے وقت یہ خدا کے حکم سے صور پھونکیں گے تو تمام لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ دوبارہ صور پھونکیں گے تو مرے ہوئے لوگ زندہ ہو کر میدان حشر کی طرف دوڑیں گے۔ جہاں ان کے اعمال کا محاسبہ ہو گا۔ قرآن مجید میں نفخ صور کا ذکر تو ہے، اسرافیل کا نام کہیں نہیں آیا۔

---

[1] عبس 11-16
[2] القدر: 3-4
[3] البقرۃ: 98

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

1)وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَيَوْمَ يَقُولُ كُن فَيَكُونُ قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ[1]

اور وہی (اللہ) ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق (پر مبنی تدبیر) کے ساتھ پیدا فرمایا ہے اور جس دن وہ فرمائے گا: ہو جا، تو وہ (روزِ محشر بپا) ہو جائے گا۔ اس کا فرمان حق ہے، اور اس دن اسی کی بادشاہی ہو گی جب (اسرافیل کے ذریعے صور میں پھونک ماری جائے گے، (وہی) ہر پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے، اور وہی بڑا حکمت والا خبردار ہے۔

2)يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا[2]

جس دن صور پھونکا جائے گا اور اس دن ہم مجرموں کو یوں جمع کریں گے کہ ان کے جسم اور آنکھیں (شدّتِ خوف اور اندھے پن کے باعث) نیلگوں ہوں گی۔

2) وَيَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَمَن فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَن شَاءَ اللَّهُ وَكُلٌّ أَتَوْهُ دَاخِرِينَ[3]

اور جس دن صُور پھونکا جائے گا تو وہ (سب لوگ) گھبرا جائیں گے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں مگر جنہیں اللہ چاہے گا (نہیں گھبرائیں گے)، اور سب اس کی بارگاہ میں عاجزی کرتے ہوئے حاضر ہوں گے۔

4)يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا[4]

---

[1] الانعام:73
[2] طہ:102
[3] النمل:87
[4] النباء:18

جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم گروہ در گروہ (اللہ کے حضور) چلے آؤ گے o

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ طَرْفَ صَاحِبِ الصُّورِ مُذْ وُكِّلَ بِهِ مُسْتَعِدٌّ يَنْظُرُ نَحْوَ الْعَرْشِ مَخَافَةَ أَنْ يُؤْمَرَ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْهِ طَرْفُه كَأَنَّ عَيْنَيْهِ۔[1]

"بلاشبہ حضرت اسرافیل جب سے صور پھونکنے پر مقرر ہوئے ہیں تب سے تیار ہیں۔ عرش کے ارد گرد اس خوف سے نظر کر رہے ہیں کہ انہیں نظر جھپکنے سے قبل حکم نہ دے دیا جائے، اس کی دونوں آنکھیں چمکدار ستاروں کی مانند ہیں۔"

4) حضرت عزرائیل علیہ السلام: ان کے ذمہ روح قبض کرنے یعنی لوگوں کی جان نکالنے کی خدمت سپرد کی گئی ہے۔ قرآن میں عزرائیل کا نام کہیں نہیں آیا۔

ارشاد باری تعالٰی ہے:

1) وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُم حَفَظَةً حَتَّىَ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لاَ يُفَرِّطُونَ۔[2]

اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر (فرشتوں کو بطور) نگہبان بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے (تو) ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ خطا (یا کوتاہی) نہیں کرتے۔

2) وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوْحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَن قَالَ سَأُنزِلُ مِثْلَ مَا أَنَزلَ اللّهُ وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلآئِكَةُ بَاسِطُواْ أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُواْ أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ۔[1]

[1] حاکم، المستدرک، 4 : 603، کتاب الاھوال، رقم : 8676

[2] الانعام:61

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے یا (نبوت کا جھوٹا دعوٰی کرتے ہوئے یہ) کہے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے حالانکہ اس کی طرف کچھ بھی وحی نہ کی گئی ہو اور (اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو گا) جو (خدائی کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہوئے یہ) کہے کہ میں (بھی) عنقریب ایسی ہی (کتاب) نازل کرتا ہوں جیسی اللہ نے نازل کی ہے۔ اور اگر آپ (اس وقت کا منظر) دیکھیں جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں (مبتلا) ہوں گے اور فرشتے (ان کی طرف) اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں گے اور (ان سے کہتے ہوں گے:) تم اپنی جانیں جسموں سے نکالو۔ آج تمہیں سزا میں ذلّت کا عذاب دیا جائے گا۔ اس وجہ سے کہ تم اللہ پر ناحق باتیں کیا کرتے تھے اور تم اس کی آیتوں سے سرکشی کیا کرتے تھے۔

3) وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا ۙ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ۔[2]

اور اگر آپ (وہ منظر) دیکھیں (تو بڑا تعجب کریں) جب فرشتے کافروں کی جان قبض کرتے ہیں وہ ان کے چہروں اور ان کی پشتوں پر (ہتھوڑے) مارتے جاتے ہیں اور (کہتے ہیں کہ دوزخ کی) آگ کا عذاب چکھ لو۔

4) الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ ۙ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ۔[3]

جن کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ (نیکی و طاعت کے باعث) پاکیزہ اور خوش و خرم ہوں، (ان سے فرشتے قبضِ روح کے وقت ہی کہہ دیتے ہیں:) تم پر سلامتی ہو، تم جنت میں داخل ہو جاؤ ان (اَعمالِ صالحہ) کے باعث جو تم کیا کرتے تھے۔

5) قُلْ يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ۔[4]

---

[1] الانعام:93
[2] الانفال:50
[3] النحل :32
[4] السجدہ:11

آپ فرمادیں کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہاری روح قبض کرتا ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

6)فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ O[1]

پھر (اس وقت ان کا حشر) کیسا ہو گا جب فرشتے ان کی جان (اس حال میں) نکالیں گے کہ ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر ضربیں لگاتے ہوں گے O

7۔وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا O وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطًا O۔[2]

ان (فرشتوں) کی قَسم جو (کافروں کی جان ان کے جسموں کے ایک ایک انگ میں سے) نہایت سختی سے کھینچ لاتے ہیں۔اور ان (فرشتوں) کی قَسم جو (مومنوں کی جان کے) بند نہایت نرمی سے کھول دیتے ہیں۔

5: تمام فرشتے حضور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا۔[3]

وہی ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی، تاکہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے اور وہ مومنوں پر بڑی مہربانی فرمانے والا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔[4]

بیشک اللہ اور اس کے (سب) فرشتے نبیِ (مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) اُن پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

---

[1]محمد:27
[2]النازعات:1-2
[3]الاحزاب:43
[4]الاحزاب:56

6: حکم الٰہی کی تعمیل اور دنیاوی کاموں کی تدبیر کرنے والے فرشتے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالسَّابِحَاتِ سَبْحًا o فَالسَّابِقَاتِ سَبْقًا o فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا O[1]

اوران (فرشتوں) کی قسم جو (زمین وآسمان کے درمیان) تیزی سے تیرتے پھرتے ہیں۔ پھران (فرشتوں) کی قسم جو لپک کر (دوسروں سے) آگے بڑھ جاتے ہیں۔ پھران (فرشتوں) کی قسم جو مختلف اُمور کی تدبیر کرتے ہیں۔

7: فرشتے اہل ایمان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

1) الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ۔[2]

جو (فرشتے) عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اُس کے اِرد گرد ہیں وہ (سب) اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اوراس پر ایمان رکھتے ہیں اور اہلِ ایمان کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں (یہ عرض کرتے ہیں کہ) اے ہمارے رب! تو (اپنی) رحمت اور علم سے ہر شے کا احاطہ فرمائے ہوئے ہے، پس اُن لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیرے راستہ کی پیروی کی اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

2) تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِن فَوْقِهِنَّ وَالْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَن فِي الْأَرْضِ أَلَا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ۔[3]

---

[1] النازعات:3-5

[2] مومن:7

[3] شوریٰ:5

قریب ہے آسمانی کرّے اپنے اوپر کی جانب سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اُن لوگوں کے لئے جو زمین میں ہیں بخشش طلب کرتے رہتے ہیں۔ یاد رکھو! اللہ ہی بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

8: قیامت کے روز اللہ تعالٰی کے حضور انسانوں کے نامہ اعمال پیش کرنے والے فرشتے

قیامت کے روز کچھ فرشتے ایسے ہونگے جو اللہ تعالٰی کے حضور انسانوں کے نامہ اعمال پیش کریں گے۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے :

يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ O إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ O۔[1]

اس جگہ (اللہ کے) مقرب فرشتے حاضر رہتے ہیں O بیشک نیکوکار (راحت و مسرت سے) نعمتوں والی جنت میں ہوں گے O

9۔ حاملین عرش فرشتے

اللہ رب العالمین نے کچھ فرشتوں کو مقرر کیا ہے کہ وہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور اللہ کی ہر وقت تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے:

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ۔[2]

---

[1] المطففین:18-21
[2] المومن:7

جو (فرشتے) عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اُس کے اِرد گرد ہیں وہ (سب) اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں
۔

وَالْمَلَكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ O[1]

اور فرشتے اس کے کناروں پر کھڑے ہوں گے، اور آپ کے رب کے عرش کو اس دن ان کے اوپر آٹھ (فرشتے یا فرشتوں کے طبقات) اٹھائے ہوئے ہوں گے O

اس سے مراد وہ ملائکہ ہیں جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں یہ ملائکہ آٹھ ہیں یا پھر ملائکہ کے آٹھ طبقات ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس سے ملائکہ کی آٹھ صفیں مراد ہیں جن کی تعداد اللہ ہی جانتا ہے۔

امام فخرالدین رازی علیہ الرحمہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت ہے کہ اب وہ چار فرشتے ہیں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ چار مزید فرشتوں سے ان کی تائید فرمائے گا۔[2]

10۔ عرش کے گرد گھومنے والے فرشتے

فرشتوں کا اعلیٰ مقام عرش ہے اور فرشتے عرش کے گرد اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید بیان کرتے رہتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔[3]

---

[1] الحاقہ: 17
[2] تفسیر کبیر ج10،ص626
[3] الزمر:75

اور (اے حبیب!) آپ فرشتوں کو عرش کے ارد گرد حلقہ باندھے ہوئے دیکھیں گے جو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہوں گے، اور (سب) لوگوں کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ کل حمد اللہ ہی کے لائق ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

11۔ احوالِ عالم پر مؤکل فرشتے

جن فرشتوں کو دنیا کے انتظامات سپرد کیے گئے ہیں ان کی مختلف اقسام ہیں، جو مختلف امور کی انجام دہی پر مامور ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالصَّافَّاتِ صَفًّا o فَالزَّاجِرَاتِ زَجْرًا۔[1]

قسم ہے قطار در قطار صف بستہ جماعتوں کی۔ پھر بادلوں کو کھینچ کر لے جانے والی یا برائیوں پر سختی سے جھڑکنے والی جماعتوں کی۔

12۔ بادلوں اور ہواؤں کو چلانے پر معمور فرشتے

وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا o وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطًا o وَالسَّابِحَاتِ سَبْحًا o فَالسَّابِقَاتِ سَبْقًا o فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا o يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ o [2]

ان (فرشتوں) کی قَسم جو (کافروں کی جان ان کے جسموں کے ایک ایک انگ میں سے) نہایت سختی سے کھینچ لاتے ہیں۔ اور ان (فرشتوں) کی قَسم جو (مومنوں کی جان کے) بند نہایت نرمی سے کھول دیتے ہیں۔ اور ان (فرشتوں) کی قَسم جو (زمین و آسمان کے درمیان) تیزی سے تیرتے پھرتے ہیں۔ پھر ان (فرشتوں) کی قَسم جو لپک کر (دوسروں

[1] الصافات: 1-2
[2] النازعات: 1-5

سے) آگے بڑھ جاتے ہیں۔ پھر ان (فرشتوں) کی قسم جو مختلف اُمور کی تدبیر کرتے ہیں۔ (جب انہیں اس نظامِ کائنات کے درہم برہم کردینے کا حکم ہوگا تو) اس دن (کائنات کی) ہر متحرک چیز شدید حرکت میں آجائے گی O

ان آیات میں ملائکہ کے معمولات بیان ہورہے ہیں کہ وہ کافروں کی جان سختی سے نکالتے ہیں اور مومنین کی جان نرمی سے نکالتے ہیں اور جس خدمت پر مامور ہیں وہاں جلد پہنچتے ہیں ارو دنیا کے معمولات کی انجام دہی بھی کرتے ہیں فرشتے ہر وقت خالق کائنات کی اطاعت وبندگی میں رہتے ہیں، انہیں بارگاہ الٰہی سے جو حکم ملتا ہے وہ اسے بجالاتے ہیں۔

13۔انسانوں کی حفاظت کے لئے

اللہ تعالٰی نے انسانوں کی حفاظت کے لئے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں، کوئی چیز انہیں نقصان نہیں پہنچاسکتی مگر جو اس کی تقدیر میں لکھا ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالٰی ہے:

1) لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللهِ إِنَّ اللهَ لاَ يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُواْ مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلاَ مَرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُم مِّن دُونِهِ مِن وَالٍ O[1]

(ہر) انسان کے لئے یکے بعد دیگرے آنے والے (فرشتے) ہیں جو اس کے آگے اور اس کے پیچھے اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔ بیشک اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے آپ میں خود تبدیلی پیدا کر ڈالیں، اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ (اس کی اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے) عذاب کا ارادہ فرمالیتا ہے تو اسے کوئی ٹال نہیں سکتا، اور نہ ہی ان کے لئے اللہ کے مقابلہ میں کوئی مددگار ہوتا ہے۔

2) وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُم حَفَظَةً حَتَّىَ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لاَ يُفَرِّطُونَ O[2]

---

[1] الرعد:11
[2] الانعام:61

اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر (فرشتوں کو بطور) نگہبان بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے (تو) ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ خطا (یا کوتاہی) نہیں کرتے۔

حضرت مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ہر بندے کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر ہے جو نیند اور بیداری میں اس کی جن، انس اور حشرات الارض سے حفاظت کرتا ہے، سوائے اس چیز کے جو اللہ کے حکم سے اسے پہنچتی ہے۔[1]

14۔ کراماً کاتبین

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے نامہ اعمال لکھنے کے لئے دو فرشتے کراماً کاتبین مقرر کیے ہیں، وہ اس کے ہر قول و فعل کو لکھ لیتے ہیں یہ دو فرشتے اس کے اقوال وافعال پر شاہد بنائے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

أَمْ أَبْرَمُوا أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ O أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ بَلَى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ۔[2]

"کیا انہوں نے (یعنی کفّارِ مکہ نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کوئی تدبیر) پختہ کرلی ہے تو ہم (بھی) پختہ فیصلہ کرنے والے ہیں۔ کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتیں اور اُن کی سرگوشیاں نہیں سنتے؟ کیوں نہیں (ضرور سنتے ہیں)! اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے بھی اُن کے پاس لکھ رہے ہوتے ہیں۔"

سورہ "ق" میں ہے:

إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ O مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ O۔[3]

---

[1] جامع البیان ج13، ص140
[2] الزخرف: 79، 80
[3] ق:18،17

جب دو لینے والے (فرشتے اس کے ہر قول و فعل کو تحریر میں) لے لیتے ہیں (جو) دائیں طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے ہیں o وہ مُنہ سے کوئی بات نہیں کہنے پاتا مگر اس کے پاس ایک نگہبان (لکھنے کے لئے) تیار رہتا ہے

اور سورہ انفطار میں ہے:

وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ o كِرَامًا كَاتِبِينَ o يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ o[1]

حالانکہ تم پر نگہبان فرشتے مقرر ہیں) o جو) بہت معزز ہیں (تمہارے اعمال نامے) لکھنے والے ہیں o وہ ان (تمام کاموں) کو جانتے ہیں جو تم کرتے ہو o

حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کراماً کاتبین دو فرشتے ہیں ان میں سے ایک اس (انسان) کی دائیں طرف ہوتا ہے جو نیکیاں تحریر کرتا ہے اور ایک اس کے بائیں طرف ہوتا ہے جو برائیاں لکھتا ہے۔ دائیں طرف والا فرشتہ اپنے ساتھی (فرشتہ) کی گواہی کے بغیر نیکی لکھ دیتا ہے، مگر بائیں طرف والا اپنے ساتھی (فرشتہ) کی گواہی کے بغیر کوئی برائی نہیں لکھتا۔ اگر وہ آدمی بیٹھتا ہے تو ایک اس کے دائیں اور دوسرا اس کے بائیں ہوتا ہے، اور اگر وہ چلتا ہے تو ایک ان میں سے اس کے آگے ہوتا ہے اور دوسرا اس کے پیچھے، اور اگر وہ سوتا ہے تو ایک ان میں سے اس کے سر کے پاس ہوتا ہے اور دوسرا اس کے پاؤں کی جانب ہوتا ہے۔[2]

15۔ جنت کے فرشتے

بعض فرشتے جنت میں رہیں گے اور بعض جنت میں آیا جایا کریں گے مومنین کا استقبال کریں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

[1] الانفطار:10-12

[2] ابن حبان اصبہانی، العظمۃ، 3 : 1000، رقم : 519

جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِم مِّن كُلِّ بَابٍ O سَلَامٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ O[1]

(جہاں) سدا بہار باغات ہیں ان میں وہ لوگ داخل ہوں گے اور ان کے آباء واجداد اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو بھی نیکوکار ہوگا اور فرشتے ان کے پاس (جنت کے) ہر دروازے سے آئیں گے) O انہیں خوش آمدید کہتے اور مبارک باد دیتے ہوئے کہیں گے:) تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کرنے کے صلہ میں، پس (اب دیکھو) آخرت کا گھر کیا خوب ہے۔

16۔دوزخ پر مقرر فرشتے

دوزخ پر کچھ نگران فرشتے مقرر کیے گئے ہیں۔

ارشاد باری تعالٰی ہے:

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ O وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَٰذَا مَثَلًا كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْبَشَرِ O[2]

اس پر اُنیس (فرشتے داروغے مقرر) ہیں O اور ہم نے دوزخ کے داروغے صرف فرشتے ہی مقرر کئے ہیں اور ہم نے ان کی گنتی کافروں کے لئے محض آزمائش کے طور پر مقرر کی ہے تاکہ اہلِ کتاب یقین کر لیں (کہ قرآن اور نبوتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق ہے کیونکہ ان کی کتب میں بھی یہی تعداد بیان کی گئی تھی) اور اہلِ ایمان کا ایمان (اس تصدیق سے) مزید بڑھ جائے، اور اہلِ کتاب اور مومنین (اس کی حقانیت میں) شک نہ کر سکیں، اور تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں

[1] الرعد:23-24

[2] المدثر:30-31

میں (نفاق کی) بیماری ہے اور کفار یہ کہیں کہ اس (تعداد کی) مثال سے اللہ کی مراد کیا ہے؟ اسی طرح اللہ (ایک ہی بات سے) جسے چاہتا ہے گمراہ ٹھہراتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے، اور آپ کے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور یہ (دوزخ کا بیان) اِنسان کی نصیحت کے لئے ہی ہے O

قرآن میں دوزخ پر مقرر فرشتوں کی تعداد انیس ذکر کی گئی ہے مفسرین نے اس سے انیس صفیں مراد لی ہیں۔

17۔ دوزخ کا دربان فرشتہ

ایک فرشتہ جو جہنم پر اللہ کی طرف سے نگہبان ہے اور اللہ کے حکم سے جہنمیوں کو داخل و خارج کرتا ہے انکا نام "مالک" ہے جو قرآن میں ایک دفعہ آیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُم مَّاكِثُونَ O[1]

اور وہ (داروغۂ جہنّم کو) پکاریں گے: اے مالک! آپ کا رب ہمیں موت دے دے (تو اچھا ہے)۔ وہ کہے گا کہ تم (اب اِسی حال میں ہی) ہمیشہ رہنے والے ہو۔

18۔ جہنم پر مقرر فرشتوں کی نگرانی کرنے والے فرشتے

جہنم پر مقرر فرشتوں کے متعلق پہلی آیات میں ذکر ہو چکا، باقی نگران فرشتوں کو "زبانیہ" کہتے ہیں۔ اور یہ لفظ قرآن میں ایک مرتبہ آیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ O سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ O[1]

---

[1] الزخرف:77

پس وہ اپنے ہم نشینوں کو (مدد کے لئے) بلالے o ہم بھی عنقریب (اپنے) سپاہیوں (یعنی دوزخ کے عذاب پر مقرر فرشتوں) کو بلالیں گے o

19۔ہاروت اور ماروت کا ذکر

ہاروت اور ماروت یہ دو فرشتے تھے جن کو اللہ رب العالمین نے شہر بابل بھیجا تھا جو لوگوں کو تعلیم دیتے تھے ان کا نام ایک ایک مرتبہ قرآن میں آیا۔

ارشاد باری تعالٰی ہے:

وَاتَّبَعُواْ مَا تَتْلُواْ الشَّيَاطِينُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُواْ يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولاَ إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلاَ تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُم بِضَآرِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلاَّ بِإِذْنِ اللّهِ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلاَ يَنفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُواْ لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الآخِرَةِ مِنْ خَلاَقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْاْ بِهِ أَنفُسَهُمْ لَوْ كَانُواْ يَعْلَمُونَ۔[2]

اور وہ (یہود تو) اس چیز (یعنی جادو) کے پیچھے (بھی) لگ گئے تھے جو سلیمان (علیہ السلام) کے عہدِ حکومت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے حالانکہ سلیمان (علیہ السلام) نے (کوئی) کفر نہیں کیا بلکہ کفر تو شیطانوں نے کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور اس (جادو کے علم) کے پیچھے (بھی) لگ گئے جو شہر بابل میں ہاروت اور ماروت (نامی) دو فرشتوں پر اتارا گیا تھا، وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے تھے یہاں تک کہ کہہ دیتے کہ ہم تو محض آزمائش (کے لئے) ہیں سو تم (اس پر اعتقاد رکھ کر) کافر نہ بنو، اس کے باوجود وہ (یہودی) ان دونوں سے ایسا (منتر) سیکھتے تھے جس کے ذریعے شوہر اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتے، حالانکہ وہ اس کے ذریعے کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر اللہ ہی کے حکم سے

---

[1] العلق:17-18

[2] البقرہ-102

اور یہ لوگ وہی چیزیں سیکھتے ہیں جو ان کے لئے ضرر رساں ہیں اور انہیں نفع نہیں پہنچاتیں اور انہیں (یہ بھی) یقینا معلوم تھا کہ جو کوئی اس (کفر یا جادو ٹونے) کا خریدار بنا اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں (ہوگا)، اور وہ بہت ہی بری چیز ہے جس کے بدلے میں انہوں نے اپنی جانوں (کی حقیقی بہتری یعنی اُخروی فلاح) کو بیچ ڈالا، کاش! وہ اس (سودے کی حقیقت) کو جانتے۔

20۔ بجلی کی گرج کے وقت تسبیح کرنے والے فرشتے

جس وقت بجلی کی گرج ہوتی ہے اس وقت اللہ کے مقرر فرشتے اللہ کے خوف سے اللہ کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں

ارشاد باری تعالٰی ہے:

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ[1]

)بجلیوں اور بادلوں کی) گرج (یا اس پر متعین فرشتہ) اور تمام فرشتے اس کے خوف سے اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ کڑکتی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے اسے گرا دیتا ہے اور یہ (کفار قدرت کی ان نشانیوں کے باوجود) اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں اور وہ سخت تدبیر و گرفت والا ہے۔

ایمان بالملائکہ

ملائکہ پر ایمان ارکان ایمان کا ایک عظیم رکن ہے۔ حضور خاتم الانبیاء محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارکان ایمان کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ۔[2]

---

[1] الرعد:13

[2] صحیح مسلم ، حدیث نمبر 1

تم اللہ،اس کے فرشتوں،اس کی کتابوں،اس کے رسولوں،یوم آخرت اور تقدیر کی اچھائی و برائی پر ایمان رکھو۔ "

ایمان بالملائکہ سے مقصود یہ ہے کہ انسان اس بات پر ایمان رکھے کہ ملائکہ اللہ تعالی کی مخلوق میں سے باعزت بندے ہیں۔اور ان میں سے بعض اللہ تعالی کے حکم سے انبیاء کرام کے پاس وحي لے کر آتے ہیں۔یہ ایمان بالملائکہ کا وجوبی مقدار ہے جس کا عقیدہ وعلم رکھنا ہر مسلمان کے لئے ابتدائی طور پر لازم ہے اور اس سے عاری شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔مثلاا گر کوئی کہے کہ مجھے نہیں معلوم اللہ تعالی کی مخلوق میں سے ملائکہ یا فرشتے بھی ہیں تو ایسا شخص ایمان بالملائکہ سے عاری ہونے کی وجہ سے مسلم نہیں۔

ارشاد باری تعالٰی ہے :

لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّواْ وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَالْمَلآئِكَةِ۔[1]

نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے۔

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللّهِ وَمَلآئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لاَ نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ وَقَالُواْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ[2] ٥

(وہ) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس پر ایمان لائے (یعنی اس کی تصدیق کی) جو کچھ ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا اور اہلِ ایمان نے بھی، سب ہی (دل سے) اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، (نیز کہتے ہیں:) ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی کے درمیان بھی (ایمان لانے میں) فرق

---

[1] البقرہ:177
[2] البقرہ:285

نہیں کرتے، اور (اللہ کے حضور) عرض کرتے ہیں: ہم نے (تیرا حکم) سنا اور اطاعت (قبول) کی، اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش کے طلب گار ہیں اور (ہم سب کو) تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔

سورہ آل عمرن میں ہے:

شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لاَ إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ وَالْمَلاَئِكَةُ وَأُوْلُواْ الْعِلْمِ قَآئِماً بِالْقِسْطِ لاَ إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ o[1]

اللہ نے اس بات پر گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں اور فرشتوں نے اور علم والوں نے بھی (اور ساتھ یہ بھی) کہ وہ ہر تدبیر عدل کے ساتھ فرمانے والا ہے، اس کے سوا کوئی لائقِ پرستش نہیں وہی غالب حکمت والا ہے۔

وَمَن يَكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلاَئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلاَلاً بَعِيدًا ۔[2]

اور جو کوئی اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور آخرت کے دن کا انکار کرے تو بیشک وہ دور دراز کی گمراہی میں بھٹک گیا o

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ملائکہ پر ایمان لانے کا حکم ارشاد فرمایا، پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا حکم ہے کیونکہ ہر ذی شعور سب سے پہلے وجود صانع پر استدلال کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے پر ایمان لاتا ہے، اس کے بعد فرشتوں پر ایمان کا ذکر ہے کیونکہ اللہ اور بندے کے درمیان فرشتے واسطہ ہیں، پھر کتابوں پر ایمان لانے کا ذکر ہے کیونکہ کتابیں وہ وحی ہیں جو فرشتہ اللہ تعالیٰ سے لیکر انبیاء کرام تک پہنچاتا ہے، اس کے بعد رسولوں پر ایمان لانے کا ذکر ہے کیونکہ وہی وحی کے انوار سے اقتباس کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام مخلوق تک پہنچاتے ہیں اور صراط مستقیم کی ہدایت ورہنمائی کرتے ہیں۔

---

[1] ال عمرن:18
[2] النساء:136

وجودِ ملائکہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلاَئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُواْ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لاَ تَعْلَمُونَ۔[1]

اور (وہ وقت یاد کریں) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں، انہوں نے عرض کیا: کیا تُو زمین میں کسی ایسے شخص کو (نائب) بنائے گا جو اس میں فساد انگیزی کرے گا اور خونریزی کرے گا؟ حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور (ہمہ وقت) پاکیزگی بیان کرتے ہیں، (اللہ نے) فرمایا: میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

سورہ بقرہ میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

هَلْ يَنظُرُونَ إِلاَّ أَن يَأْتِيَهُمُ اللّهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلآئِكَةُ وَقُضِيَ الأَمْرُ وَإِلَى اللّهِ تُرْجَعُ الأمُورُ۔[2]

کیا وہ اسی بات کے منتظر ہیں کہ بادل کے سائبانوں میں اللہ (کا عذاب) آجائے اور فرشتے بھی (نیچے اتر آئیں) اور (سارا) قصہ تمام ہو جائے، تو سارے کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

اور سورہ نساء میں ارشاد فرمایا:

لَّـكِنِ اللّهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنزَلَ إِلَيْكَ أَنزَلَهُ بِعِلْمِهِ وَالْمَلآئِكَةُ يَشْهَدُونَ وَكَفَى بِاللّهِ شَهِيدًا۔[3]

---

[1] البقرہ:30
[2] البقرہ:210
[3] النساء:166

اے حبیب! کوئی آپ کی نبوت پر ایمان لائے یانہ لائے) مگر اللہ (خود اس بات کی) گواہی دیتا ہے کہ جو کچھ اس نے آپ کی طرف نازل فرمایا ہے، اسے اپنے علم سے نازل فرمایا ہے اور فرشتے (بھی آپ کی خاطر) گواہی دیتے ہیں، اور اللہ کا گواہ ہونا (ہی) کافی ہےO

سورہ رعد میں ارشاد فرمایا:

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلاَئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَن يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ۔[1]

)بجلیوں اور بادلوں کی) گرج (یا اس پر متعین فرشتہ) اور تمام فرشتے اس کے خوف سے اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں، اور وہ کڑکتی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے اسے گرا دیتا ہے، اور وہ (کفار قدرت کی ان نشانیوں کے باوجود) اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں، اور وہ سخت تدبیر و گرفت والا ہے۔

سورہ نحل میں ارشاد فرمایا:

وَلِلّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الأَرْضِ مِن دَآبَّةٍ وَالْمَلآئِكَةُ وَهُمْ لاَ يَسْتَكْبِرُون۔[2]

اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے جملہ جاندار اور فرشتے، اللہ (ہی) کو سجدہ کرتے ہیں اور وہ (ذرا بھی) غرور و تکبر نہیں کرتے۔

سورہ صافات میں ارشاد ہوا:

وَالصَّافَّاتِ صَفًّا ۔فَالزَّاجِرَاتِ زَجْرًا ۔فَالتَّالِيَاتِ ذِكْرًا ۔[3]

---

[1]الرعد:13
[2]النحل:49
[3]الصافات:1-3

قسم ہے قطار در قطار صف بستہ جماعتوں کی۔ پھر بادلوں کو کھینچ کر لے جانے والی یا برائیوں پر سختی سے جھڑکنے والی جماعتوں کی۔ پھر ذکرِ الٰہی (یا قرآن مجید) کی تلاوت کرنے والی جماعتوں کی۔

سورہ ذاریات میں ارشاد ہوا:

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ O إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُّنكَرُونَ O فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ O فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ O فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُوا لَا تَخَفْ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ O[1]

کیا آپ کے پاس ابراہیم (علیہ السلام) کے معزّز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے O جب وہ (فرشتے) اُن کے پاس آئے تو انہوں نے سلام پیش کیا، ابراہیم (علیہ السلام) نے بھی (جواباً) سلام کہا، (ساتھ ہی دل میں سوچنے لگے کہ) یہ اجنبی لوگ ہیں O پھر جلدی سے اپنے گھر کی طرف گئے اور ایک فربہ بچھڑے کی سجّی لے آئے O پھر اسے ان کے سامنے پیش کر دیا، فرمانے لگے: کیا تم نہیں کھاؤ گے O پھر اُن (کے نہ کھانے) سے دل میں ہلکی سے گھبراہٹ محسوس کی۔ وہ (فرشتے) کہنے لگے: آپ گھبرائیے نہیں، اور اُن کو علم و دانش والے بیٹے (اسحاق علیہ السلام) کی خوشخبری سنادی O

سورہ تحریم میں ارشاد ہوا:

إِن تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا وَإِن تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ۔[2]

اگر تم دونوں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو (تو تمہارے لئے بہتر ہے) کیونکہ تم دونوں کے دل (ایک ہی بات کی طرف) جھک گئے ہیں، اگر تم دونوں نے اس بات پر ایک دوسرے کی اعانت کی (تو یہ نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے

---

[1] الذاریات:24-28

[2] التحریم:4

باعثِ رنج ہو سکتا ہے) سو بیشک اللہ ہی اُن کا دوست و مددگار ہے، اور جبریل اور صالح مومنین بھی اور اس کے بعد (سارے) فرشتے بھی (اُن کے) مددگار ہیں o

سورہ نباء میں ارشاد ہوا:

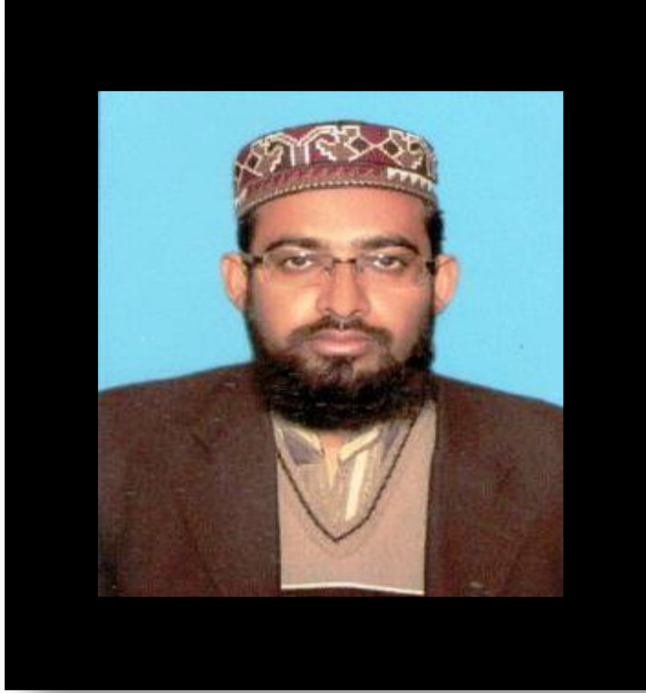
يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا[1]

جس دن جبرائیل (روح الامین) اور (تمام) فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے، کوئی لب کشائی نہ کر سکے گا، سوائے اس شخص کے جسے خدائے رحمان نے اِذن (شفاعت) دے رکھا تھا اور اس نے (زندگی میں تعلیماتِ اسلام کے مطابق) بات بھی درست کہی تھی o

---

[1] النباء:38

ایمان بالکتب



حافظ فاروق احمد سعیدی صاحب

فاضل جامعہ انوار العلوم ملتان، ایم فل اسلامک سٹڈیز، عربی ٹیچر، رحیم یار خان

03005624472

ایمان بالکتب

اس جہانِ رنگ و بو میں اللہ وحدہ نے جسے کرامت و عظمت کا تاج پہنایا وہ حضرتِ انسان ہی کی ذات ستودہ صفات ہے اسے دنیا آخرت میں فوز و فلاح کے لئے جہاں عقل و دانش سے بہرہ ور فرمایا وہاں اس کے سامنے خیر و شر کی راہیں بھی (واضح) فرمادیں اور اتمام حیل و حجت کے لئے اپنے چنیدہ و برگزیدہ بندوں کو مبعوث فرما کر سامان رشد و ہدایت بصورت کتب و صحائف بھی مرحمت فرمادیا اس پر مستزاد یہ کہ اس کی مادی ضروتیں مشروب و ماکول سے پوری ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی روحانی حاجتیں منزل و مرسل سے پوری ہوتی رہیں۔ یہی الہامی تعلیمات اس معزز و مکرم خلق کے لئے نصابِ زندگی و بندگی بھی ہے اور منبع و محورِ راہ استقامت بھی، انہی کتب و صحائف پر ایمان وایقان کو ہی ایمان بالکتب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

کتب و صحائف کی تعداد:

وأخرج البيهقي عن الحسن قال: أنزل الله مائة وأربعة كتب أودع علومها أربعة منها: التوراة والإنجيل والزبور والفرقان ثم أودع علوم الثلاثة الفرقان.[1]

امام بیہقی حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

اللہ رب العزت نے ایک صد چار کتب نازل فرمائیں ان سب کے علوم چار کتابوں تورات، انجیل، زبور اور فرقان حمید میں ودیعت فرمائے پھر ان سب کے علوم قرآن مجید میں رکھ دیئے۔

[1] (السيوطي ، عبد الرحمن بن أبي بكر ،الإتقان في علوم القرآن،ط دار الكتب المصرية،تحقيق: محمد أبو الفضل إبراهيم،الطبعة: 1394ھ/ 1974 م،ج 4 ص 28و ج 3 ص364)

کتب الٰہیہ کے اوقاتِ نزول:

عن واثلة أن النبي -صلى الله عليه وسلم- قال: "نزلت صحف إبراهيم أول ليلة من رمضان، وأنزلت التوراة لست مضين من رمضان، وأنزل الإنجيل لثلاث عشرة خلت من شهر رمضان، وأنزل الزبور لثمان عشرة خلت من رمضان، وأنزل القرآن لأربع وعشرين خلت من رمضان"[1]*

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صحائف ابراہیم یکم رمضان المبارک، تورات چھ رمضان المبارک، انجیل تیرہ رمضان المبارک زبور اٹھارہ رمضان المبارک اور قرآن حکیم چوبیس رمضان المبارک کو نازل فرمایا۔

ایمان بالکتب کے تقاضے:

ایمان بالکتب کے تقاضے ویسے تو بہت سے ہیں لیکن اگر ہم ان کو بنیادی طور پر چار تقاضوں میں حصر کر لیں تو باقی بھی انہی کے ضمن میں آجائیں گے۔

پہلا تقاضا: اب کتب مقدسہ کے منزل من اللہ ہونے پر پختہ ایمان وایقان کا ہونا۔

دوسرا تقاضا: وہ کتب الٰہیہ جو معلوم الاسماء ہیں ان پر تفصیلاً اور جو معروف و مشہور نہ ہو پائیں ان پر اجمالاً ایمان لانا۔

---

[1] الواحدي، أبو الحسن علي بن أحمد، أسباب نزول القرآن، ط: دار الكتب العلمية، بيروت، تحقيق: كمال بسيوني زغلول، الطبعة الأولى، 1411ه، ج 1 ص 20

* السيوطي، عبد الرحمن بن أبي بكر، الإتقان في علوم القرآن، ط دار الكتب المصرية، تحقيق: محمد أبو الفضل إبراهيم، الطبعة: 1394ه/ 1974م، ج 1 ص 151

تیسرا تقاضا: ان الہامی کتب میں موجود اخبار صادقہ کی تائید و تصدیق کرنا۔

چوتھا تقاضا: ان کتب مطہرہ کے غیر منسوخ احکام کو قبول کرتے ہوئے ان پر عمل کرنا چاہے ان احکام کا فلسفہ و حکمت ہمارے ناقص دماغ سمجھ پائیں یا نہ سمجھ پائیں البتہ یہ بات ذہن نشیں رہے کہ سابقہ کتب نزولِ قرآن کریم کے بعد منسوخ ہو چکیں۔

ایمان بالکتب کے فوائد:

ایمان بالکتب کے فوائد و ثمرات یہ ہیں:

- انسانی دل و دماغ اس بات کا عرفان پاتا ہے کہ اس کا پروردگار کتنا رحیم و کریم ہے کہ اس نے ہر زمانے اور قوم کے حالات کے موافق ان کے لئے کتب مقدسہ نازل فرمائیں تاکہ وہ ہدایت کے نور سے منور ہو پائیں۔
- انسانی فہم و فراست اس یقین و اطمینان کو پاتا ہے کہ ہر قوم کی شریعت اور ان کے احکام انہی کے علاقے سے مناسبت رکھتے ہیں یہ نہیں کہ ان کے لئے ایسے احکام ہوں کہ جن سے ان کی ممارست ہی نہ ہو اور اجنبیت کا احساس ہو۔
- مذکورہ بالا انعامات و اکرامات کی اہمیت و افادیت جان کر بندے کے اندر شکر گزاری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جبکہ وہ ناقدری و ناشکری جیسی رذیل صفات سے محفوظ رہتا ہے۔

تعارف کتبِ مقدسہ:

شیخ ابوزھرہ لکھتے ہیں:

"الكتاب المقدس لدى النصارىٰ يشمل التوراة والأناجيل ورسائل الرسل"[1]

---

[1] ابو زهره، محاضرات في النصرانية، ط دار الفكر العربی، بيروت، ص 46

نصرانیوں کے پاس موجود کتاب مقدس تورات، اناجیل اور دوسرے رسولوں کے رسائل پر مشتمل ہے۔

"وتسمى التوراة أسفارها الموسوية وغيرها كتب العهد القديم وتسمى الأناجيل ورسائل الرسل كتب العهد الجديد"[1]

اور تورات جو کہ اسفار موسوی وغیرہ پر مشتمل ہے عہد قدیم کہلاتی ہے جبکہ اناجیل ودوسرے رسولوں کے رسائل کو عہد جدید کا نام دیا جاتا ہے۔

عہدِ قدیم کی اقسام:

عہد قدیم چار بڑی اقسام پر مشتمل ہے

پہلی قسم: پانچ سفروں پر مشتمل پہلی قسم کو اسفار خمسہ اور اسفار ناموس کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

دوسری قسم: بارہ سفروں پر مشتمل اس قسم کو تاریخی اسفار بھی کہا جاتا ہے۔

تیسری قسم: اشعار پر مشتمل ان پانچ اسفار کو شاعری اسفار کہا جاتا ہے۔

چوتھی قسم: سترہ سفروں پر مشتمل ان اسفار کو اسفار انبیاء یا کتب انبیاء کہا جاتا ہے۔[2]

عہدِ جدید کی اقسام:

اسی طرح عہد جدید کی درج ذیل دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: بیس کتب پر مشتمل اس قسم میں چار اناجیل (انجیل متی، انجیل مرقس، انجیل لوقا اور انجیل یوحنا) کے علاوہ چودہ رسائل بولس کے جبکہ دو رسالے بطرس و یوحنا کے تحریر کردہ شامل ہیں۔

---

[1] ابو زهره،محاضرات في النصرانية،ط دار الفكر العربى، بيروت،ص 46

[2] ماخوذمن الاسفار المقدسة في الأديان السابقة،على عبد الأحد،ط،دار نهضة مصر للطبع و النشر،ص 14،15،16

دوسری قسم: یہ قسم سات اسفار پر مشتمل ہے۔[1]

(نوٹ) زبور جو کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی وہ اسی کتاب مقدس کا حصہ بنادی گئی ہے جو اس وقت اہل کتاب کے پاس موجود ہے۔

تعارفِ قرآن:

هو كلام الله المعجز المنزل على محمد ﷺ، المكتوب في المصاحف، المنقول بالتواتر، المتعبد بتلاوته۔[2]

اللہ تعالیٰ کا وہ معجزہ نما کلام جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا، مصاحف میں لکھا گیا، متواتر منقول ہوا اور جس کی تلاوت عبادت قرار پائی قرآن کہلاتا ہے۔

سات منازل، تیس پاروں، چھ ہزار سے زائد آیات بینات پر مشتمل آخری کلام قرآن مجید ہے جو کہ رہتی دنیا تک کے لئے توشہ ہدایت و آخرت ہے۔

کتب سابقہ کی موجودہ حالت اور اسلامی تعلیمات:

سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ کسی بھی آنے والی خبر کے حوالے سے کوئی ایسا ضابطہ و قانون ہو کہ جس سے اسے پرکھ لیا جائے تاکہ اس پر اعتماد و وثوق قائم ہو سکے اس کے لئے چند ضروری امور مذکورہ بالا عبارت سے سمجھ میں آتے ہیں۔

کتب سماویہ کے غیر مبدل ہونے کے حوالے سے ضروری امور:

- کسی بھی نبی کی طرف منسوب کتاب کی نسبت معروف دلائل نبوت سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو۔

---

[1] الدكتور، يحي محمد علي ربيع، الكتب المقدسة بين الصحة و التحريف، ط: دار الوفا للنشرو التوزيع، ص 24-25

[2] المطيري، عبد المحسن بن زبن، دعاوى الطاعنين في القرآن الكريم في القرن الرابع عشر الهجري والرد عليها، ط: دار البشائر الإسلامية، بيروت-لبنان، الطبعة الأولى، 1427هـ /2006م، ص 25

- وہ نبی خود صراحت فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی نازل فرمائی ہے اور یہ صراحت معجزات، خبر متواتر یا خود کتاب کی تصدیق سے ثابت ہو۔
- نبی کی طرف منسوب کتاب یا نبی سے سماعت کر کے لکھی گئی ہو یا اسلاف سے اخلاف نے نسلاً بعد نسل بغیر تغیر و تبدل اور انتحال کے لی ہو اور اس اخذ کتاب کی بنیاد خبر متواتر پر ہو۔

یہ کتاب متناقض بیانات پر مشتمل نہ ہو یعنی ایسا نہ ہو کہ کتاب کا ایک حصہ ایک بات کی تصدیق کر رہا ہو جبکہ دوسرا حصہ اسی بات کو جھٹلا رہا ہو، دوسرا یہ کہ اس کی دی ہوئی خبریں واقعات و حوادث کے مطابق ہوں۔[1]

ان کی تائید و توثیق اس قرآنی آیت و حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے اگرچہ دیگر دلائل و براہین بھی موجود ہیں مگر اختصاراً انہی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ[2]

اے ایمان والو اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو (اس کی) تحقیق کر لو (کہیں ایسا نہ ہو) کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں (ناحق) تکلیف پہنچا بیٹھو پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"نضر الله امرأ سمع منا شيئا فبلغه كما سمع، فرب مبلغ أوعى من سامع": هذا حديث حسن صحيح[3]

---

[1] الكتب المقدسة فى ميزان التوثيق، عبد الوهاب عبدالسلام طويلة، دار السلام للطباعة و النشر و التوزيع، قاهرة، مصر، الطبعة الثانية: 1423ھ/2002م، ص 7-8

[2] الحجرات: 6:49

[3] **الترمذي ، محمد بن عيسى ، أبو عيسى، سنن الترمذي، ط: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر، تحقيق وتعليق: أحمد محمد شاكر (جـ 1، 2) ومحمد فؤاد عبد الباقي (جـ 3) وإبراهيم عطوة عوض المدرس في الأزهر الشريف (جـ 4، 5) الطبعة، الثانية، 1395 هـ - 1975 م، ج 5 ص 34 حديث نمبر 2657**

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایااللہ اس شخص کے چہرے کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کچھ سنا پھر جیسے سنا ویسے ہی اسے آگے پہنچادیا اکثراوقات جنہیں شے پہنچے وہ اس کو زیادہ محفوظ کرنے والے ہوتے ہیں پہنچانے والے سے۔ اسی سے اسلامی احکام کے اخذ میں سند کی اہمیت کو محسوس کیا گیااور اس کا اہتمام کیا گیا۔

سابقہ کتب میں انقطاع سند، تغییر ترجمہ اور تحریف ایک ایسا مذموم فعل رہا کہ جس نے ان کتب کے بارے میں شکوک وشبہات کو جنم دیا یہ شکوک وشبہات ان کے منزل من اللہ ہونے میں نہیں بلکہ ان کے اس وقت اسی وحی الٰہی ہونے میں ہے جو ان معزز و مکرم رسولوں پر نازل ہوئی۔

اس مسئلے کے بارے میں علماء کے ہاں تین مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ایک رائے یہ ہے کہ یہ اصلاً محفوظ ہیں اور جہاں تک تحریف کا تعلق ہے تو وہ ان کے متن میں نہیں، بلکہ ان کی تعبیر و تشریح میں ہوئی ہے۔دوسری رائے یہ ہے کہ اپنے متن کے لحاظ سے یہ وہ کتابیں ہی نہیں ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے ان کے حامل پیغمبروں پر نازل کیا تھا۔ان کا بیش تر حصہ یک سر تبدیل ہو چکا ہے۔تیسری رائے ان کے بین بین یہ ہے کہ ان میں کچھ ترمیم واضافہ تو ضرور ہوا ہے، مگر ان کا زیادہ تر حصہ اپنی اصل صورت ہی پر قائم ہے۔

ابن قیم نے اپنی کتاب "اغاثۃ اللھفان" میں تورات کے حوالے سے یہی تین آرا بیان کی ہیں۔لکھتے ہیں:

"وقد اختلف أقوال الناس فى التوراة التى بأيديهم هل هى مبدلة أم التبديل والتحريف وقع فى التأويل دون التنزيل على ثلاثة أقوال طرفين ووسط."[1]

یہود کے پاس جو تورات موجود ہے، آیا وہ تبدیل شدہ ہے یا تبدیلی اور تحریف صرف اس کی تعبیر و تشریح میں واقع ہوئی ہے نہ کہ اس کے الفاظ میں؟ اس بارے میں لوگوں کے ہاں تین اقوال پائے جاتے ہیں۔دو قول انتہا پسندانہ ہیں اور ایک معتدل۔

[1] ابن قيم، محمد بن أبي بكر،إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان،ط: مكتبة المعارف، الرياض، المملكة العربية السعودية،تحقيق:محمد حامد الفقي،ج 2ص 351

"فأفرطت طائفة وزعمت أنها كلها أو أكثرها مبدلة مغيرة ليست التوراة التي أنزلها الله تعالىٰ على موسىٰ عليه السلام وتعرض هولاء لتناقضها وتكذيب بعضها لبعض وغلا بعضهم فجوز الاستجمار بها من البول"[1]

چنانچہ ایک گروہ نے افراط سے کام لیااور یہ دعویٰ کیا کہ تورات ساری کی ساری یااس کا بیش تر حصہ تبدیل شدہ ہے اور یہ وہ تورات نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی تھی۔انھوں نے تورات میں تناقض اور اس کے بیانات کے باہمی تضاد کو نمایاں کیااور ان میں سے بعض نے تو اس حد تک غلو سے کام لیا کہ اس کے اوراق سے استنجا کرنے کو بھی جائز کہہ دیا۔

"وقابلهم طائفة أخرى من أئمة الحديث والفقه والكلام فقالوا هل التبديل وقع فى التأويل لا فى التنزيل وهذا مذهب أبي عبد الله محمد بن إسماعيل البخارى قال فى صحيحه يحرفون يزيلون وليس أحد يزيل لفظ كتاب من كتب الله تعالىٰ ولكنهم يحرفونه يتاولونه على غير تاويله وهذا اختيار الرازى فى تفسيره"[2]

اس کے مقابلے میں حدیث اور فقہ اور کلام کے علماء کے ایک گروہ نے یہ موقف اختیار کیا کہ تورات میں تحریف صرف اس کی تعبیر و تشریح میں ہوئی ہے نہ کہ اس کے الفاظ میں۔ یہ امام بخاری کا مذہب ہے۔انھوں نے اپنی "صحیح"(کتاب التوحید: ابتداء باب ۵۵) میں کہا ہے کہ (النساء۴: ۴۶اور المائدہ۱۳: ۵ میں وارد لفظ)'یحرفون' کے لیے 'یزیلون' کی تعبیر اختیار کی گئی ہے،حالانکہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سے کسی کتاب کے الفاظ مٹا نہیں سکتا، بلکہ وہ بایں معنی اس میں تحریف کرتے ہیں کہ اس کے الفاظ وکلم کے اصل مدعا اور مفہوم سے پھیر دیتے ہیں اور کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سے کسی کتاب کے الفاظ تبدیل نہیں کر سکتا، بلکہ وہ بایں معنی اس میں تحریف کرتے ہیں کہ اس کے الفاظ کے اصل مدعا اور مفہوم سے پھیر دیتے ہیں۔رازی نے بھی اپنی تفسیر میں اسی رائے کو اختیار کیا ہے۔

---

[1] ابن قيم، محمد بن أبي بكر،إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان،ط: مكتبة المعارف، الرياض، المملكة العربية السعودية،تحقيق:محمد حامد الفقي،ج2 ص 351

[2] ابن قيم، محمد بن أبي بكر،إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان،ط: مكتبة المعارف، الرياض، المملكة العربية السعودية،تحقيق:محمد حامد الفقي،ج 2ص351-352

وتوسطت طائفة ثالثة وقالوا قد زيد فيها وغير ألفاظ يسيرة ولكن أكثرها باق على ما انزل عليه والتبديل فى يسير منها جداً.[1]

ایک تیسرے گروہ نے درمیانہ موقف اختیار کیا اور کہا ہے کہ اس میں چند معمولی الفاظ کا اضافہ اور تبدیلی کی گئی ہے، لیکن اس کا بیش تر حصہ اپنی اصل نازل شدہ صورت پر برقرار ہے، جبکہ تبدیلی اس کے بہت معمولی حصے میں ہوئی ہے۔"

اعتراف تحریف:

امام الحرمین امام جوینی کا قول ڈاکٹر سقا اپنی کتاب میں نقل کرتے ہیں:

عیسائیوں کے گمان کے مطابق تورات کی نصوص اس زمانے کی شہادت دیتی ہیں کہ جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تشریف لانا تھا اور ان کے پاس موجود نسخے اس بات پر شاہد ہیں علمائے یہود نے اپنے پاس موجود نسخوں میں دلی پرخاش اور حضرت مسیح علیہ السلام کے تشریف لانے کے اعتراف سے ڈرتے ہوئے تبدیلی کر ڈالی۔

اور (دوسری طرف) یہودی اس بات کے دعویٰ دار ہیں کہ عیسائیوں نے اپنے پاس نسخوں میں تغیر و تبدل کیا حضرت مسیح علیہ السلام ساتویں دور کے اختتام پر تشریف لائے ان آمد ان کے پاس موجود نسخوں کے موافق نہیں۔ تو اس سے یہ بات پائے ثبوت کو پہنچی کی یہ دونوں گروہ تغیر و تبدل کا اعتراف کرتے ہیں بس یہ الزام ایک دوسرے پر لگانے پر مصر ہیں۔[2]

---

[1] ابن قيم، محمد بن أبي بكر،إغاثة اللهفان من مصايد الشيطان،ط: مكتبة المعارف، الرياض، المملكة العربية السعودية،تحقيق:محمد حامد الفقي،ج 2ص354

[2] السقا،الدكتور أحمد حجازي،شفاء الغليل فى بيان ما وقع فى التوراة و الإنجيل من التبديل،ط: مكتبة الكليات الأزهرية،الطبعة الأولى،1399ھ/1979م، ص 33

الہامی کتابوں میں قرآن حکیم کی فوقیت:

تمام الہامی کتابوں میں قرآن حکیم کی فوقیت کی متعدد وجوہ میں تحریف سے حفاظت، محکم و عدم منسوخ،اعجاز قرآن، عموم قرآن، معزز زبان، معظم رسول اور اشرف امت پر نزول،آسان شریعت،آسان حفظ اور سابقہ کتب کا نگہبان ومصدق ہونا محققین نے رقم فرمائی ہیں ان میں سے چند اختصاراً پیش خدمت ہیں۔

قرآنِ حکیم کا تحریف سے محفوظ ہونا:

ارشادربانی ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ[1]

بے شک ہم ہی نے قرآن اتارااور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

علامہ طبری اس آیت مبارکہ کے تحت رقمطراز ہیں:

عن قتادة، قوله: {إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون} [الحجر: 9]، قال في آية أخرى: {لا يأتيه الباطل} [فصلت: 42] والباطل: إبليس، {من بين يديه ولا من خلفه} [فصلت: 42] فأنزله الله ثم حفظه، فلا يستطيع إبليس أن يزيد فيه باطلا، ولا ينتقص منه حقا، حفظه الله من ذلك"[2]

قتادہ رحمہ اللہ فرمان باری اللہ تعالیٰ {إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون} اور {لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه} کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ باطل سے مراد شیطان ہے پس اللہ تعالیٰ نے اس کلام مبارک کو نازل فرمایا پھر اس کی حفاظت بھی خود فرمائی پس شیطان کو یہ جرأت نہیں کہ اس میں باطل بڑھائے اور نہ ہی حق کو کم کرے اسی سے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت فرمائی۔

---

[1] الحجر 9:15

[2] الطبري،محمدبن جرير،أبوجعفر،جامع البيان عن تأويل آي القرآن المعروف ب تفسير الطبري،ط: دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان،تحقيق:الدكتورعبدالله بن عبد المحسن التركي،الطبعة الأولى،1422ه/2001م،ج 14 ص 18

اس حدیث مبارکہ کی تائید وتوثیق کے لئے مندرجہ ذیل آیات کو ملاحظہ کیجئے:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ o لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ o[1]

اس کے بعد اس سورۃ القیامۃ کی ان آیات بینات نے تو ہر قسم کے شکوک وشبہات کا قلع قمع فرمادیا:

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ o إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ o فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ o ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ o[2]

انہی آیات کا سبب نزول بیان کرتے ہوئے امام بخاری نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ، أَنَّهُ سَأَلَ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى: {لاَ تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ} [القيامة: 16] قَالَ: وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: "كَانَ يُحَرِّكُ شَفَتَيْهِ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ، فَقِيلَ لَهُ: {لاَ تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ} [القيامة: 16] يَخْشَى أَنْ يَنْفَلِتَ مِنْهُ، {إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ} [القيامة: 17] وَقُرْآنَهُ، أَنْ نَجْمَعَهُ فِي صَدْرِكَ وَقُرْآنَهُ، أَنْ تَقْرَأَهُ {فَإِذَا قَرَأْنَاهُ} [القيامة: 18] يَقُولُ: أُنْزِلَ عَلَيْهِ: {فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ} [القيامة: 19] أَنْ نُبَيِّنَهُ عَلَى لِسَانِكَ"[3]

حضرت موسیٰ بن ابی عائشہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے فرمانِ خدا {لاَ تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ} کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر جب قرآن کریم نازل ہوتا تو آپ ﷺ اپنے لبہائے مقدسہ کو حرکت دیتے تو آپ ﷺ سے فرمایا گیا {لاَ تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ} تو آپ ﷺ نے اس بات کا خیال کیا کہ کہیں آپ ﷺ سے کچھ رہ نہ جائے تو فرمانِ خدا ہوا {إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ} یہ

---

[1] فصلت 41:42،41

[2] القیامۃ16-19:75

[3] البخاري، محمد بن إسماعيل،صحيح البخاري، ط: دار طوق النجاة،تحقيق: محمد زهير بن ناصر الناصر، الطبعة: الأولى، 1422ھ ،ج6 ص 163 ،حديث نمبر 4928

کہ ہم اسے آپ ﷺ کے سینہ مبارک میں جمع کر دیں گے کہ آپ ﷺ اسے پڑھیں {فَإِذَا قَرَأْنَاهُ} ان پر نازل کیا گیا {فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ} کہ ہم اسے آپ ﷺ کی مبارک زبان پر بیان فرمادیں گے۔

تاریخی دلیل:

قرآن کریم زمانہ نبوی ﷺ میں آپ کے حکم پر ضبطِ تحریر میں لایا گیا آپ کے وصال باکمال کے فوراً بعد زمانہ صدیقی میں ایک جگہ جمع ہوا اور زمانہ عثمانی میں اسے پھر نسخوں کی صورت میں جمع کر کے اطراف واکناف میں پھیلا دیا گیا۔[1] ان میں سے ایک کتاب کا مرقوم حوالہ بھی پیش خدمت ہے مزید تفصیل مذکورہ بالا صفحات پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

ثم إن جمعه بمعنى كتابته حدث في الصدر الأول ثلاث مرات: الأولى في عهد النبي صلى الله عليه وسلم والثانية في خلافة أبي بكر والثالثة على عهد عثمان.[2]

دوسری کتب میں موجود تحریف اس بات کا ثبوت فراہم کرتی ہے کہ قرآن کریم ہی وقتِ موجود میں وہ واحد آسمانی صحیفہ ہے جس سے رشد و ہدایت کا حصول ممکن ہے باقی کے صحائف تحریف و تبدیل کا شکار ہو چکے ہیں اس لئے ان پر ایمان ضرور رکھیں تاکہ ایمان بالکتب کا اعزاز حاصل رہے لیکن سامانِ ہدایت صرف قرآنی فرامین ہی سے طلب کیا جائے۔

---

[1] أبي شامة،عبدالرحمن بن إسماعيل،شهاب الدين،المرشد الوجيز إلى علوم تتعلق بالكتاب العزيز،ط: دار صادر ،بيروت،تحقيق : طيار آلتي قولاج ،سنة النشر : 1395 هـ - 1975 م، ص 48-76

*الزركشي،محمد بن عبد الله، بدر الدين،البرهان في علوم القرآن، ط: دار إحياء الكتب العربية عيسى البابى الحلبي وشركائه،تحقيق: محمد أبو الفضل إبراهيم،الطبعة: الأولى، 1376 هـ - 1957 م،ج1 ص 233-239

*السيوطي ، عبد الرحمن بن أبي بكر ،الإتقان في علوم القرآن،ط دار الكتب المصرية،تحقيق: محمد أبو الفضل إبراهيم الطبعة: 1394هـ/ 1974 م ، ج 1 ص 202-212

*الزُّرْقاني،محمدعبدالعظيم،مناهل العرفان في علوم القرآن،ط:مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه،الطبعة الثالثة ج 1 ص 239-266

[2] الزُّرْقاني،محمدعبدالعظيم،مناهل العرفان في علوم القرآن،ط: مطبعة عيسى البابي الحلبي وشركاه،الطبعة الثالثة ج 1 ص 264

قرآن کریم کا محکم و غیر منسوخ ہونا:

حضور ﷺ کا خاتم المرسلین ہونا اس بات کا متقاضی ہے کہ آپ کی شریعت کو کتاب محکم و غیر منسوخ ہو ایسا نہیں جیسے کہ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کہ ان کی شرائع آپ کی شریعت مطہرہ کے ساتھ منسوخ کر دی گئیں۔

قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا[1]

نہیں ہیں محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں سے آخری نبی ہیں۔اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا، وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ "[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے (پہلے) انبیاء کرام علیہم السلام پر چھے چیزوں سے فضیلت دی گئی مجھے جوامع الکلم دیئے گئے، میری رعب کے ساتھ مدد کی گئی، میرے لئے غنیمتیں حلال کر دی گئیں، میرے لئے تمام روئے زمین طہارت کی جگہ اور سجدہ گا بنادی گئی، مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنایا گیا اور مجھ پر نبوت ختم کی گئی۔

[1] الاحزاب40:33

[2] القشيري،مسلم بن الحجاج،الصحيح المسلم، ط: دار إحياء التراث العربي،بيروت،تحقيق: محمد فؤاد عبد الباقي، ج1 ص 371،حديث نمبر 523

اعجازِ قرآن:

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ[1]

اور اگر تم شک میں اس سے جو (کلام) ہم نے اپنے (مقدس) بندے پر اتارا۔ تو لے آؤ اس جیسی کوئی سورت اور اللہ کے سوا اپنے حمائیتیوں کو بلاؤ اگر تم سچے ہو۔

آیات تحدی ذکر کرنے کے بعد اس بات کو لحاظ میں لکھنا چاہیئے کہ تورات جو کہ قرآن کریم کے بعد سب سے معظم اور سب سے زیادہ مذکور في القرآن ہے اس کے حوالے سے کوئی ایک آیت بھی ایسی نہیں دکھائی جاسکتی کہ جس میں تحدی ہو اور انجیل تو ہے ہی تورات کا تکملہ اور رہی زبور تو وہ حمد و ثناء پر مشتمل ہے اس میں بھی ایسی کوئی بات مذکور نہیں، جبکہ قرآن کریم کے ساتھ تحدی کا ذکر متعدد آیات میں ہوا ہے۔ جیسے (بقرة2:23، الإسراء17:88، هود 13:11، يونس 38:10)

اس روایت کو بھی اسی فضیلت میں نقل کیا جاتا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا مِنَ الأَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ البَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَاهُ اللَّهُ إِلَيَّ، فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ القِيَامَةِ"[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سبھی انبیاء کرام کو وہ عطاء کیا گیا کہ جس پر لوگ ایمان لائے اور مجھے بھی اللہ تعالی کی وحی عطا کی گئی پس میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے روز ان سے زیادہ متبعین والا ہوں گا۔

---

[1] بقرة 23:2

[2] البخاري، محمد بن إسماعيل،صحيح البخاري، ط: دار طوق النجاة،تحقيق: محمد زهير بن ناصر الناصر، الطبعة الأولى، 1422ھ ج 6 ص 142،حديث نمبر 4981

وفي هذا الحديث فضيلة عظيمة للقرآن المجيد على كل معجزة أعطيها نبي من الأنبياء، وعلى كل كتاب أنزله، وذلك أن معنى الحديث: ما من نبي إلا أعطي من المعجزات ما آمن عليه البشر۔[1]

اس حدیث پاک میں قرآن مجید کی تمام معجزات پر ایک عظیم فضیلت ثابت ہوتی ہے جو انبیاء علیہم السلام کو دیئے گئے اور تمام نازل کردہ کتب پر بھی (ایک عظیم فضیلت ثابت ہوتی ہے) اور یہی معنٰی اس حدیث مبارکہ ما من نبی إلا أعطی من المعجزات ما آمن علیہ البشر کا ہے۔

---

[1] ابن كثير، إسماعيل بن عمر، أبو الفداء،تفسير القرآن العظيم، ط:دار طيبة للنشر والتوزيع،تحقيق: سامي بن محمد سلامة،الطبعة: الثانية 1420هـ - 1999 م،ج 1 ص 20

نبوت اور رسالت کی حقیقت



سید محمد صدیق شاہ سعیدی

فاضل جامعہ انوار العلوم: ملتان، ایم فل اسلامک سٹڈیز

ناظم: ادارہ غوثیہ سعیدیہ بارکھان

0334603050

نبوت اور رسالت کی حقیقت

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ہدایت اور رہنمائی دینے کے لیے جن برگزیدہ بندوں کے ذریعے اپنا پیغام حق مخلوق تک پہنچایا انہیں نبی اور رسول کہتے ہیں اور ان کے منصب کو نبوت اور رسالت کہا جاتا ہے۔

ایمان بالرسالت

اسلامی عقائد کی رو سے ایمان بالرسالت سے مراد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس تک تمام انبیاء و رسل کی نبوت اور رسالت کو برحق ماننا ہے، کیونکہ ہر نبی اور رسول اپنی اپنی جگہ اللہ کا بھیجا ہوا حق و صداقت کا کامل و اکمل نمونہ رہا ہے اور ان سب نے ایک ہی مشن اور مقصد کی تکمیل کے لیے ایک ہی لائحہ عمل کے تحت کام کیا ہے۔

رسول یا نبی میں کیا فرق ہے؟ کیا وحی صرف رسول کے ساتھ خاص ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رسول اور نبی دونوں الفاظ آئے ہیں، اس کی کیا اہمیت ہے؟ حبیب اور خلیل میں کیا فرق ہے؟

وحی رسول اور نبی دونوں کے پاس آتی ہے، رسول کا درجہ نبی سے بڑھا ہوا ہوتا ہے اور ہر رسول نبی بھی ہوتا ہے، مگر ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں۔ رسول اسے کہتے ہیں جسے اللہ نے کتاب اور شریعت دی ہو، جیسے حضرت ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام اور نبی کو مستقل شریعت یا کتاب نہیں دی جاتی بلکہ وہ کسی سابق رسول کی لائی ہوئی شریعت اور کتاب پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب لوگوں کو دیتے ہیں۔

رسول اور نبی دونوں اہم مناصب ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ مخصوص بندوں کو منتخب کرتے ہیں، پس کسی کو صرف منصب نبوت دیا جاتا ہے اور کسی کو منصب نبوت کے ساتھ منصب رسالت بھی دیا جاتا ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رسول اور نبی دونوں مناصب سے سرفراز فرمایا تھا۔

حبیب: کہتے ہیں محبوب کو۔ خلیل: کہتے ہیں قلبی دوست کو۔ یہ دونوں محبوبیت اور تقرب کے مخصوص مقامات ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت محمد علیہم الصلاۃ والسلام کو منتخب فرمایا، محبوبیت کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور خُلت کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو۔

نبی کا معنی

’غیب کی خبریں بتانے والا‘ ؟

رسول کا لغوی معنی ہے: پیغام پہچانے والا

نبی کا لغوی معنی ہے: خبر دینے والا۔

نبی اور رسول جو پیغام یا خبر لاتے ہیں، وہ غیب کی خبر ہی ہوتی ہے۔

ویسے خبر، جو بھی ہو، وہ اصل میں غیب کی ہی ہوتی ہے، جہاں ہم خود موجود ہوں، اسے خبر نہیں بلکہ مشاہدہ کہتے ہیں۔

لغت کی کتابوں میں نبی کا جو معنی ملتا ہے

اس میں ایک معنی ''المخبر عن اللہ ، المنبیء عن اللہ'' کا بھی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ باتوں کو لوگوں تک پہونچانے والا۔[1]

علامہ جوہری (الصحاح) میں لکھتے ہیں:

والنَّبَأُ: الخبر، تقول نَبَأَ ونَبَّأَ، أي: أخبر، ومنه أخذ النبئ لانه أنبأ عن الله تعالى،

---

[1] [معجم مقاييس اللغۃ لابن فارس (المتوفى:٣٩٥ھ):٣،٣٨٥، الصحاح للجوهرى محقق (متوفى : ٣٩٨ھ) :٦،٢٥٠٠،لسان العرب لابن منظور(متوفیٰ:٧١١ھ):١،١٦٢، القاموس المحيط للفيروزآبادى (متوفیٰ :٨١٧ھ):٤،٣٩٣، النهايۃ فى غريب الحديث والاثر لابن الاثير(متوفى: ٦٠٦ھ): ٥،٣]

اور القاموس المحیط میں ہے

والنبیء: المخبر عن الله تعالی، وترك الهمز المختار، ج: أنبیاء نبآء وأنباء والنبیؤون، والاسم: النبوءة

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۙ (۵۲)

اور یونہی ہم نے تمہیں وحی بھیجی ایک جانفزا چیز اپنے حکم سے اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل ہاں ہم نے اُسے نور کیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں سے جسے چاہتے ہیں اور بے شک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو

مفہوم نبوت ورسالت

نبوت ورسالت میں فرق

اصطلاح سے قطع نظر ہر نبی رسول ہے۔ اصطلاح کی قید اس لئے لگائی کہ اصطلاح میں رسول اس کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئی شریعت لے کر آئے، پس اصطلاح سے قطع نظر ہر نبی، رسول یعنی پیغمبر ہوتا ہے، کوئی نبی ایسا نہیں جو خدا کا پیغام نہ لائے، ہر نبی خدا کا پیغام لانے والا اور رسول ہوتا ہے۔ لیکن ہر رسول کا نبی ہونا ضروری نہیں، اس لئے کہ نبی انسانوں کے لئے خاص ہے، نبی انسانوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا اور رسول عام ہے، جیسا کہ رسول ملائکہ میں بھی ہیں اور جنوں میں بھی ہیں، جیسے حضرت جبرائیل ں، حضرت میکائیکل علیہ السلام رسول تو ہیں لیکن نبی نہیں، پس جو انسانوں میں سے نہ ہو اور اس کو رسالت دی جائے وہ رسول تو ہے مگر اس کو نبی نہیں کہتے۔ شاید کوئی سمجھے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہو وہ رسول ہوتا ہے اور نبی ہوتا ہے، تو یہ غلط ہے کیونکہ وحی تو ایک تیز اشارے کو

کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے اشارات انسانوں کے علاوہ دیگر مخلوقات کی طرف بھی فرمائے اور انسانوں میں انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دیگر لوگوں کے بارے میں بھی اشارات فرمائے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰى[1]

"جب ہم نے غیبی اشارہ سے آپ کی والدہ کو وہ بات سمجھائی جس کی وحی آپ کو کی جارہی ہے۔"

اب یہاں دیکھئے قرآن کریم سے ثابت ہورہا ہے کہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی ہوئی لیکن عورت نبی نہیں ہوسکتی۔ نبوت تو صرف مرد انسانوں کے لئے ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں فرمایا

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا[2]

اب دیکھئے کہ وہ رسول یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک بشر کامل کی شکل میں متشکل ہوئے جب حضرت مریم علیہ السلام نے ان کو شکل بشر میں دیکھا تو سمجھا کہ واقعی یہ کوئی بشر ہے، وہ مقدسہ بندی تھیں فوراً پناہ مانگی اور کہا اگر تم متقی ہو تو مجھ سے فوراً دور ہو جاؤ اس نے کہا اس کے سوا میں کچھ بھی نہیں کہ آپ کے رب کی طرف سے قاصد ہوں اور آپ کو رب کی طرف سے ایک پاک بیٹا دینے آیا ہوں۔

یہاں جبرائیل علیہ السلام نے جب یہ بات فرمائی تو متکلم کے صیغے کے ساتھ بیان کی کہ میں تم کو ایک بیٹا دینے آیا ہوں حالانکہ بیٹا دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ معطی حقیقی یعنی حقیقت میں عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور جب اللہ تعالیٰ کا بندہ کسی کو کچھ عطا کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے دیتا ہے اس لئے جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو

---

[1] طٰہٰ: ۳۸
[2] مریم: ۱۷ تا ۱۹

بیٹا دینے آیا ہوں اس کے علاوہ دیگر ملائکہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض بندوں کی طرف بھیجا اور ان کو شرف مکالمہ سے نوازا اور فرشتوں نے ان کے ساتھ باتیں کیں۔

شہد کی مکھی کو وحی

اللہ تعالیٰ نے سورۃ النحل میں فرمایا:

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ[1]

"اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دِل میں ڈالا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور اُن چھپروں میں، جنہیں لوگ اُونچا بناتے ہیں۔"

اب دیکھئے یہاں قرآن کریم بتارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی لیکن یہاں نبوت کا تصور بھی نہیں، بہر حال یہ سمجھنا کہ جس کی طرف بھی وحی ہو جائے وہ نبی یا رسول ہے، غلط ہے، پس نہ فقط وحی سے اور نہ جبرائیل علیہ السلام کے آنے سے نبوت ملتی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام تو حضرت مریم علیہ السلام کے پاس آئے ہیں، نبوت تو ایک اور چیز ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے جو ان سب چیزوں سے الگ ہے۔

اب پہلے میں نبوت اور رسالت کے وہ معنی جو انسانوں کے حق میں ہیں بیان کردوں کیونکہ اس وقت ملائکہ کی رسالت سے گفتگو نہیں بلکہ انسانوں کی نبوت اور رسالت کا بیان ہے۔

نبوت کی تعریف

نبوت کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی مقدس و مطہر اور پاک بندے پر ایسی وحی نازل فرمائے کہ اس کلام وحی یا خطاب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم اس کے ذمہ عائد ہو جائے یا اس پر کسی چیز کو واجب کر دیا جائے اور وہ چیز پہلے اس پر واجب یا ضروری نہ تھی اب واجب اور ضروری ہو گئی پس جس مقدس بندے کو اللہ تعالیٰ فرشتے کے واسطے سے یا واسطے کے بغیر اپنا کوئی ایسا پیغام دے یا کوئی ایسا خطاب کرے یا کوئی ایسی وحی فرمائے کہ جس وحی، خطاب یا تکلم کی وجہ

[1] النحل: ۶۸

سے اللہ تعالیٰ کے اس بندہ پر وہ چیز جو پہلے اس پر واجب نہ تھی اب فرض، واجب اور لازم ہو گئی۔ یہ کلام، یہ وحی اور شک کے اس بندے کا اس لازمی امر کے لئے مامور ہونا نبوت ہے اور یہ بات سوائے نبی کے کسی اور کے لئے ثابت نہیں ہو سکتی۔

فقط اللہ تعالیٰ کا مخاطب ہونا نبوت نہیں

فقط اللہ تعالیٰ کا مخاطب ہونا نبوت نہیں ملائکہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا تخاطب اپنے بندوں کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ[1]

یعنی ان کے لئے خوشخبری ہے دنیا میں اور آخرت میں بھی، اس بشارت کی تفسیر، حدیث میں یوں کی گئی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا مومن اور بالخصوص مومن صالح اور اللہ تعالیٰ کا مقرب محبوب، جب اس کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو وہ موت کو پسند نہیں کرتا، موت کو پسند نہ کرنا انسان کی جبلت میں ہے، اسی حدیث قدسی میں جس میں کہا گیا ہے کہ میں اپنے بندے کے کان ہو جاتا ہوں، آنکھیں، ہاتھ اور پاؤں ہو جاتا ہوں، یہ طویل حدیث ہے، اس کے آخر میں ہے

وما ترددت عن شیء انا فاعله ترددی عن نفس المؤمن یکره الموت وانا اکره مسائته وفی بعض النسخ ولا بد له منه (۱)

"اور میں توقف نہیں کرتا کسی شے میں جیسے میں کرنے والا ہوں، مثل میرے توقف کے مومن کی جان قبض کرنے سے کہ وہ (بحکم طبیعت) موت کو ناخوش رکھتا ہے اور میں اس کے غمگیں ہونے کو ناپسند رکھتا ہوں اور بعض نسخوں میں ہے کہ حال یہ ہے کہ بندے کو موت سے چارہ نہیں، اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا۔"

یعنی میں کسی کام میں جو کہ میں کرنا چاہتا ہوں، دیر نہیں کرتا اور کبھی اتنی تاخیر نہیں فرماتا، جتنی دیر اس مومن کی موت

---

[1] یونس: 24

کو واقع کرنے میں کرتاہوں اس لئے کہ وہ موت کو پسند نہیں کرتااور میں اس کے موت کے پسند نہ کرنے کو ناپسند کرتا ہوں اور مجھے اس بندے کی ملاقات بڑی محبوب ہوتی ہے، پھرانجام کیاہوتاہے؟ یہ بات اگر کسی کے ذہن میں آجائے تو میرا مدعا بھی حل ہو جائے۔

مومن کو مرتے وقت بشارتیں

جب اللہ تعالیٰ کا بندہ موت سے کراہت کرتاہے تو اللہ تعالیٰ اس وقت اپنی حکمت بالغہ سے کام لیتاہے اور جانتاہے کہ میرا بندہ موت کو طبعاً پسند نہیں کرتا تو اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے فرشتے بھیجتاہے اور وہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے اس بندے کے سامنے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارتیں لے کر آتے ہیں پس جو اعزاز واکرام، راحتیں اور لذتیں اللہ تعالیٰ کے یہاں اپنے بندے کے لئے نازل ہوتی ہیں تو ان بشارتوں کو دیکھتے ہی اس بندے کی طبعی کراہت ختم ہو جاتی ہے اور اس میں اشتیاق پیدا ہو جاتاہے اور مسرور ہو کر مسکراتاہے۔

نشان مرد مومن باتو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

پتا چلا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں اور صالحین پر فرشتے بشارتیں لاتے ہیں گویا اللہ تعالیٰ فرشتوں کے واسطے سے تخاطب فرماتاہے مگر اس کے باوجود وہ بندے اللہ تعالیٰ کے نبی نہیں ہوتے۔ نبوت کا مقام اس سے بہت بلند ہے اور صرف ایسا تخاطب نبوت نہیں ہوتی، پس جو اللہ تعالیٰ کا مامور ہو اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی وحی اور پیغام کے ذریعے بالواسطہ یا بلاواسطہ تخاطب فرمائے اور مامور فرمائے تو وہ نبی ہے، ورنہ وحی تو شہد کی مکھی کی طرف بھی کی گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف بھی کی گئی۔

اگر یہ بات ذہن نشین کرلی جائے تو بہت سی گمراہیوں سے نجات حاصل ہو سکتی ہے اور نبوت کا جو معنی اور مفہوم میں نے عرض کیاہے اگر اس کو ذہن نشین رکھا تو اگلی بات اچھی طرح سمجھ سکیں گے۔

حضور ﷺ پر نبوت ختم ہے۔اِس کا منکر کافر اور مرتد ہے

یہ بات تو سب مسلمان جانتے ہیں کہ نبوت حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور حضور ﷺ پر ختم ہو گئی، یہ کوئی عالم ارواح کی بات نہیں، یہاں کی بات ہے اور یہ مسئلہ ضروریات دین سے ہے اس پر ایمان لانا شرط ہے کیونکہ جو حضور اکرم ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتا وہ مرتد اور کافر ہے، پس حضور ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آپ ﷺ کے بعد قیامت تو کیا ابد تک کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔

اب وہ لوگ جنہوں نے ختم نبوت کے متعلق ایسی باتیں شروع کر دیں کہ جن میں نہ کوئی عقلی بات ہے اور نہ دلائل ان کی یہ باتیں دلائل اور سمعیات وغیرہ سب سے عاری ہیں۔غلط توجیہات اس انداز سے کی گئی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ اس زمانہ میں کس طرح باطل کو حق کا لباس پہنا کر لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں، پس آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو گا لیکن فرقہ مرتدہ مرزائیہ کہتا ہے کہ تشریعی نبوت ختم ہوئی ہے اور جو نبوت تشریعی نہیں ہے وہ ختم نہیں ہوئی وہ چلے گی۔

تشریعی نبوت اور قادیانیت کا دروغِ بے فروغ

آج تک "تشریعی نبوت" کا کوئی واضح مفہوم یہ لوگ نہ بتا سکے،جو تشریعی نبوت کی آڑ لے کر ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں ہم نے کہا کہ نبوت تشریعی کا مفہوم تو بتاؤ کہ وہ کیا ہے؟تو انہوں نے بتایا کہ جس نبوت میں احکام نازل کئے جائیں وہ نبوت تشریعی ہے اور جس میں احکام نہ ہوں وہ غیر تشریعی ہے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام کی آمد ختم ہو گئی، پس جس نبوت میں احکام نہ ہوں وہ نبوت چلے گی ہم نے پوچھا کہ احکام کی تشریح کیا ہے؟انہوں نے کہا"حکم" کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز پر کسی کو ضروری اور لازمی قرار دینا جو چیزیں پہلے لازمی اور ضروری تھیں ان سے رعایت دینا۔

ہم نے کہا کہ پھر تو غیر تشریعی ہر گز کوئی نبوت نہیں، نبوت تو ہوتی ہی وہ ہے جو تشریعی ہو اور جس میں کوئی حکم نہ ہو وہ تو نبوت ہی نہیں،اب تک میں آپ کی خدمت میں نبوت کا جو مفہوم واضح کرنا چاہتا تھا اس کا مطلب اور مقصد یہی تھا کہ جب اللہ تعالیٰ وحی فرمائے اور اس وحی کے نتیجے میں احکام مرتب ہوں وہ نبوت ہے۔ محض وحی کا نزول نبوت ثابت نہیں کرتا۔معلوم ہوا کہ نبوت کی دو قسمیں کرنا غلط ہے کیونکہ جب نبوت کے معنی ہی یہی ہیں کہ جہاں "حکم" ہو

وہاں نبوت ہے اور جہاں حکم نہیں وہاں نبوت نہیں، اب جس غیر تشریعی نبوت کا تم ڈھنڈورا پیٹتے ہو وہ تو کوئی نبوت ہی نہیں، اس کو نبوت کہنا غلط ہے۔

دیکھئے میں چاہتا ہوں کہ اس انداز سے بات کہوں کہ کسی کا ذہن الجھنے نہ پائے، میں نے اب تک جو کچھ کہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی حکم جب کسی بندے کو فرشتے کے واسطے سے یا واسطے کے بغیر دے یہی نبوت ہے۔

اب ایک تو ہے "نبوت" اور ایک ہے "فیضان نبوت" نبوت تو حضور ﷺ پر ختم ہو گئی اور فیضان نبوت جاری رہے گا کیونکہ اگر فیضان نبوت کا دروازہ بھی بند ہو جائے تو پھر نبی کا فیض کسی تک نہیں پہنچ سکتا۔ پس وہ فیضان نبوت، جو باقی ہے اس کو حضور نبی کریم ﷺ نے مبشرات سے تعبیر فرمایا بلکہ حضور ﷺ نے اجزائے نبوت سے تعبیر فرمایا، اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اجزائے نبوت کہا تو وہ تو نبوت سے متعلق ہیں پھر تو نبوت باقی ہوئی۔

تو سنیئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

لم یبق من النبوۃ الا المبشرات(۱)

یعنی نہیں باقی رہی نبوت سے کوئی چیز مگر مبشرات، ہم اسے نبوت کا جزو مجازاً کہتے ہیں اور اصل یہ مبشرہ ہے، اگر یہ ہی نہ ہو تو دنیا میں کوئی فیوض و برکات نہ پھیلیں۔

اگر محض سچے خوابوں کا نام نبوت رکھ دیا جائے تو پھر وہ کون سے مسلمان ہیں۔ جس کو کبھی سچا خواب نہ آئے، اس طرح تو ہر مسلمان نبی ہو جائے گا کیونکہ ہر مسلمان کو کبھی نہ کبھی سچا خواب آہی جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آدمیوں کو سوتے ہوئے مبشرات دے دیتا ہے اور فرشتوں کے ذریعے جاگتے ہوئے بھی دے دیتا ہے پتا چلا کہ مبشرات کے معنی نبوت نہیں، مبشرات تو در حقیقت فیضان نبوت ہے اور یہ جاری ہے۔

مفہوم رسالت

نبوت اور رسالت مفہوم اور معنی کے لحاظ سے رسل بشر کے حق میں یکساں ہیں، نبوت کے ساتھ ساتھ رسالت کے مفہوم کو بھی عرض کرتا ہوں کہ رسالت ایک تعلق اور ربط کا نام ہے اگر وہ ربط نہ ہو تو رسالت کا کوئی مفہوم نہیں، وہ ربط ایک علمی، عملی اور باطنی تعلق ہے، جسے ہم نبوت سے تعبیر کرتے ہیں اگر نبی یا رسول کا کوئی معنوی ربط مرسل الیہ

کے ساتھ نہ ہو تو اس رسول کی رسالت کے کوئی معنی نہ بنیں گے اور اس رسول کا ہونا مرسل الیہ کے لئے بالکل بے معنی ہو گا۔

رسول کے معنی یہ ہیں کہ جس کی طرف وہ رسول بن کر آیا، اس سے ایک اندرونی نسبت ہے، جس سے نبی کا فیض پہنچ رہا ہے، اب اگر وہ قبول کرے تو خوش نصیب ہے اور جو نہ کرے وہ بد بخت ہے، سورج تو سب پر پھیلا ہوا ہے، ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ ہم پر بھی روشن ہے اور ایک نابینا ہے اس پر بھی سورج کی روشنی ہے لیکن وہ نہ دیکھ سکے گا، اب سورج کی شعاعوں نے تو نابینا سے رابطہ قائم کر لیا لیکن اس کی آنکھوں میں نور نہیں، وہ نور کے بغیر نور سے کس طرح رابطہ قائم کر سکتا ہے اور وہ سورج کی روشنی سے کس طرح فائدہ اٹھا سکتا ہے؟

اب سمجھ لو کہ رسالت کا آفتاب طلوع ہوا تو اس کا نور ہر طرف پھیلا ہوا تھا یہ روشنی اور یہ اجالا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر بھی پڑ رہا تھا اور ابو جہل پر بھی پڑ رہا تھا ابو جہل چونکہ خود نور سے محروم تھا اس لئے آفتاب رسالت سے کوئی رابطہ نہ پیدا کر سکا اور کچھ حاصل نہ کر سکا۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ آفتاب زمین کے لئے ہے مگر آفتاب کی کوئی شعاع زمین کے فلاں حصے پر نہیں پڑتی تو یہ غلط ہے کیونکہ آفتاب جب چمکتا ہے تو اس کی شعاعیں ہر چیز پر پڑتی ہیں یہ علیحدہ بات ہے کہ کسی چیز میں آفتاب کی شعاعوں سے مستفید ہونے کی صلاحیت ہی نہ ہو۔

اسی طرح حضور ﷺ جو کہ آفتاب نبوت ہیں حضور ﷺ کا عالموں کا رسول اور نور ہونا تب صحیح ہو گا جبکہ حضور ﷺ کے نور رسالت کی شعاعیں ہر عالم کی ہر چیز پر پڑ رہی ہوں آپ یقین جانیے کہ حضور ﷺ کے نور رسالت کا پر تو ہر عالم کے ہر ذرے پر پڑ رہا ہے اور ہر عالم کا ہر ذرہ میرے آقا ﷺ کے تحت رسالت ہے تو آپ کا تعلق عالم کے ہر ذرہ ذرہ سے ہے، جب میرے آقا ﷺ تمام عالموں کے رسول ہیں تو یہ آپ ﷺ کا ہر چیز کے ساتھ علمی اور عملی رابطہ قائم ہے۔ رسالت میں ارتباط ہے اور رابطہ قائم ہونا حضور ﷺ کے حاضر و ناظر اور تمام کائنات کے عالم ہونے کا مفہوم ہے اگر آپ کا تعلق عالم کے ہر ذرہ سے نہیں اور رابطہ نہیں تو میں پوچھتا ہوں کہ آپ ﷺ عالمین کے کیسے رسول ہیں؟ ارے حضور ﷺ جس کی طرف رسول بن کر آئیں وہ تو رسول کو پہچانے عالم کی

ہر چیز تو رسول کو پہچان لے اور حضور ﷺ کو پتا نہ ہو۔(معاذاللہ)

ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک گوہ لائی گئی، آپ ﷺ نے پوچھا میں کون ہوں، اس نے کہا

انت رسول رب العلمین و خاتم النبین (۱)

ارے گوہ تو حضور ﷺ کو پہچان گئی اور حضور ﷺ کو علم نہ ہو۔امت کو تو علم ہو اور رسول کو علم نہ ہو۔(نعوذ باللہ)

پس جب اٹھارہ ہزار عالم کے آپ ﷺ رسول ہیں تو اٹھارہ ہزار عالم کا کوئی ذرہ ایسا نہیں جو مصطفی ﷺ کے دامن میں نہ ہو۔میں اپنے کلام کو سمیٹ کر اس کا یہ حصہ بیان کرتا ہوں کہ نبی کی نبوت اور رسالت ایک علمی اور عملی تعلق ہے۔اگر رسول اپنے مرسل الیہ کے ساتھ علمی اور عملی تعلق نہ رکھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ رسول نہیں ہیں، حضور ﷺ چونکہ تمام عالموں کے لئے رسول ہیں، لہٰذا کائنات کا کوئی ذرہ نہیں کہ جس کو حضور ﷺ کی علمی اور عملی نسبت سے تعلق نہ ہو۔

علمی رابطہ سے مراد ہے کہ کائنات کا ہر ذرہ اپنی حقیقت میں حضور ﷺ کو پہچانتا ہے اور عملی رابطہ و نسبت سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے وجود بقا میں حضور ﷺ کا محتاج ہے اگر حضور ﷺ کے نور مبارک (جو واسطہ تخلیق ہے) سے اس کا رابطہ کٹ جائے تو اس ذرہ کا وجود نیست ہو جائے۔پس اب اگر زبان سے تو نبی اور رسول کہے جاؤ لیکن نبی اور رسول کے جو معنی ہیں ان کو ذہن ہی میں نہ آنے دو اور اس سے بے خبر رہو تو یہ تو بالکل غلط ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی عظمت

ہمارے نزدیک ہر نبی اور رسول محترم ہے خود رسولوں کے مابین فضیلت کے اعتبار سے درجہ بندی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلۡكَ الرُّسُلُ فَضَّلۡنَا بَعۡضَهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ[1]

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا(کنزالایمان)

[1] البقرہ:253

حضور نبی کریم ﷺ کے خصائص اور فضائل بے شمار ہیں۔ جملہ خصوصیات میں سے ایک خصوصیت (1) رسالت عامہ ہے یعنی حضور ﷺ کی نبوت و رسالت تمام عالم انسانیت، جنات و ملائک یہاں تک کہ انبیاء کرام و رسل عظام اور جمیع مخلوق کو شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا[1]

تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں (کنزالایمان)

(2)۔ حضور نبی کریم ﷺ خوشخبری اور ڈر سنانے والے ہیں

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا[2]

اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا (کنزالایمان)

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا[3]

بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اُتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سُنانے والا ہو (کنزالایمان)

مقام محمود

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا[4]

ترجمہ: قریب ہے کہ تمھیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔ (کنزالایمان)

---

[1] الاعراف: 158

[2] سبا: 28

[3] الفرقان: 1

[4] سورۃ بنی اسرائیل : 79

بزار اور بیہقی نے "البعث" میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ایک چٹیل میدان میں جمع فرمائے گا اور کسی جان کو بات کرنے کی اجازت نہ ہو گی، سب سے پہلے جن کو پکارا جائے گا وہ حضور ﷺ ہوں گے اور آپ کہیں گے:

"لبيك وسعديك والخير في يديك والشر اليك والمهتدى من هديت وعبدك بين يديك ولك واليك لا ملجا ولا منجا منك الا اليك تباركت وتعاليت سبحانك رب البيت"

اس وقت آپ شفاعت فرمائیں گے اور اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

مقام محمود کی وضاحت فرماتے ہوئے خود نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا" هو المقام الذى اشفع فيه لامتى "یہ وہ مقام ہے جہاں میں آپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ امام مسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ ایک روز غمگسار عامیان و چارہ سازِ بیکساں ﷺ نے حضرت خلیل علیہ السلام کے اس قول کی تلاوت فرمائی:

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِۚ-فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْۚ-وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ[1]

ترجمہ: اے میرے رب بیشک بتوں نے بہت سے لوگ بہکا دیئے اور جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہنا نہ مانا تو بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے۔ (کنزالایمان)

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس جملے کو دہرایا:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَۚ-وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ[2]

ترجمہ: اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں، اور اگر انہیں بخش دے تو تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

---

[1]سورہ ابراہیم : 36
[2]سورۃ المائدہ: 118

پھر حضور ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ اٹھائے اور عرض کی:

"امتی امتی" ثم بکی،

"اے میرے رب! میری امت کو بخش دے، میری امت کو بخش دے" پھر حضور ﷺ زار و قطار رونے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"یا جبرئیل اذهب الی محمد فقل: انا سنرضیك فی امتك ولا نسوءك"[1]

اے جبریل! میرے محبوب ﷺ کے پاس جاؤ اور جاکر میرا پیغام دو اے حبیب! ہم تجھے تیری امت کے بارے میں راضی کریں گے اور آپ کو تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔

شفاعت مصطفیٰ ﷺ

بروز حشر جب ہر دل پر خوف وہراس طاری ہو گا، جلال خداوندی کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہو گی،

بڑے بڑے زور آور اور سرکش مارے خوف کے پانی پانی ہو رہے ہوں گے، ساری خلق خدا آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت کلیم اللہ علیہ السلام تک کا دروازہ کھٹکھٹائے گی لیکن شنوائی نہ ہو گی، آخر کار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے گی اور ان سے شفاعت کی ملتجی ہو گی، آپ جواب دیں گے کہ میں خود آج لب کشائی کی جسارت نہیں کر سکتا، ہاں

تمہیں ایک کریم کا آستاں بتاتا ہوں جس پر حاضر ہونے والا کبھی نامراد خالی ہاتھ نہیں لوٹا، جاؤ اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس اور وہاں جاکر عرض حال کرو، چنانچہ سب بارگاہ کبریاء ﷺ میں حاضر ہوں گے اور اپنی داستانِ غم پیش کرتے ہوئے ہو یا عرض کریں گے۔

سب نے صف محشر میں للکار دیا ہم کو اے بیکسوں کے آقا اب تیری دہائی ہے[1]

---

[1] صحیح مسلم

عرش حق ہے مسند رفعت رسول اللہ کی　　　دیکھنی ہے حشر میں عزت رسول اللہ کی[1]

حضور ﷺ سن کر ارشاد فرمائیں گے "انا لھا انا لھا" ہاں تمہاری دستگیری کے لیے تیار ہوں، حضور ﷺ عرشِ عظیم کے قریب پہنچ کر سجدہ ریز ہوں گے، اپنی پاک زبان سے سبوح وقدوس رب کی حمد و ثناء کریں گے، ادھر سے آواز آئے گی:

یا محمد ارفع راسك وقل تسمع وسل تعط واشفع تشفع[2]

یعنی، اے سراپا خوبی وزیبائی اپنے سر مبارک کو اٹھاؤ، کہو تمہاری بات سنی جائے گی، تم مانگتے جاؤ ہم دیتے جائیں گے، تم شفاعت کرتے جاؤ، ہم شفاعت قبول فرماتے جائیں گے۔

اس طرح حبیب خدا ﷺ کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں کا دروازہ کھلے گا۔

علامہ قرطبیؒ اور دیگر مفسرین نے قاضی ابوالفضل عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ حضور پر نور ﷺ پانچ شفاعتیں فرمائیں گے:

1۔ شفاعت عامہ جن سے مومن اور کافر اپنے بیگانے سب مستفیض ہوں گے۔

2۔ بعض خوش نصیبوں کے لیے بغیر حساب کے جنت میں داخل کرنے کی شفاعت فرمائیں گے۔

3۔ وہ موَحِد جو اپنے گناہوں کے باعث عذاب دوزخ کے مستحق قرار پائیں گے، حضور ﷺ کی شفاعت سے بخش دیئے جائیں گے۔

4۔ وہ گنہگار جنہیں دوزخ میں پھینک دیا جائے گا، حضور ﷺ شفاعت فرما کر ان کو وہاں سے نکالیں گے۔

5۔ اہل جنت کے مدارج میں ترقی کے لیے سفارش فرمائیں گے۔

---

[1] حدائق بخشش

[2] صحیح بخاری

خود سوچئے کہ جن کا دامن کرم سب کو ڈھانپے گا، جن کی محبوبیت کا ڈنکا بج رہا ہو گا جن کی جلالت شان اپنے بھی دیکھیں گے اور بیگانے بھی، ایسے میں کون سا دل ہو گا جو اُس محبوب کی عظمت کا اعتراف نہ کرے گا، اور کون سی زبان ہو گی جو اس کی تعریف و توصیف میں زمزمہ خواں نہ ہو گی۔

علامہ ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے ستائیس صحابہ سے حدیث مروی ہونے کی تصدیق کی ہے، علامہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیثِ شفاعت متواتر ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اناسيدولد آدم يوم القيمة ولا فخر ,وبيدى لواء الحمد ولا فخر ,وما من نبي يومئذ آدم ومن سواه الا تحت لوائی"

یعنی، قیامت کے دن ساری اولاد آدم کا سردار میں ہوں گا، حمد کا پرچم میرے ہاتھ میں ہو گا م سارے نبی میرے پرچم کے نیچے جمع

ہوں گے، یہ ساری باتیں اظہارِ حقیقت کے طور پر کہ رہا ہوں، فخر و مباہات مقصود نہیں۔

ایمان بالرسالت کے تقاضے

ایمان بالرسالت ﷺ کے عمومی اور خصوصی تصور کو سمجھ لینے کے بعد اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے اور اس ایمان کے عامل ہونے کے بنیادی تقاضے کیا ہیں۔ ایمان باللہ کی طرح ایمان بالرسالت کے دو مدارج ہیں:

1۔ **اصل ایمان:**۔ یہ وہ اساسی ایمان ہے و نبی کریم ﷺ کی نبوت ورسالت کا زبان سے اقرار کرنے اور دل سے تصدیق کرنے کے ذریعے محقق ہو جاتا ہے۔

2۔ **کمال ایمان:**۔ یہ ایمان کامل ہے جو بعض شرائط اور تقاضے صحیح طور پر پورے کئے بغیر ممکن نہیں ہوتا۔

3۔ایمان بالرسالت اقرار و تصدیق کی شرط پوری کرنے کے علاوہ درج ذیل چار تقاضوں سے مرکب ہے۔

محبت رسول ﷺ ، تعظیم رسول ﷺ ، نصرت رسول ﷺ، اطاعت رسول ﷺ،

ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت کے تحقیق و ثبوت میں ایک قدر مشترک ہے اور ایک مختلف، جہاں تک اصل اور کمال کے مدارج کا تعلق ہے،دونوں ایک دوسرے کے مماثل ہیں جیسا کہ حضرت ابوامامہ اور حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان ۔ جس نے اللہ کے لئے کسی محبت کی اور اللہ کے لئے کسی کو کچھ دیا اور اللہ ہی کے لئے کسی سے کچھ روکا، پس اس نے ایمان مکمل کر لیا۔ جامع الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ۔ سنن ابی داؤد، کتاب السنہ، باب الدلیل علی زیادۃ الایمان و نقصانہ۔

حالانکہ ان شرائط پر پورا اترنے کے باوجود اس کا اللہ پر ایمان رکھنا اصلاً ثابت ہوتا ہے مگر ناقص رہ جاتا ہے۔ جہاں تک ایمان بالرسالت میں اصل ایمان اور کمال ایمان کے تعین اور ان کے ثبوت کی حدود کا تعلق ہے، اس میں اس کی حیثیت مختلف ہے۔ مذکورہ بالا چار شرائط اور تقاضوں میں سے پہلے (محبت رسول ﷺ، تعظیم رسول ﷺ) اصل ایمان کا حصہ ہیں جبکہ بقیہ دو (اطاعت رسول ﷺ، اور نصرت رسول ﷺ) کمال ایمان کا حصہ ہیں۔

1۔ محبت رسول ﷺ

قُلۡ اِنۡ كَانَ اٰبَآؤُكُمۡ وَاَبۡنَآؤُكُمۡ وَاِخۡوَانُكُمۡ وَاَزۡوَاجُكُمۡ وَعَشِيۡرَتُكُمۡ وَاَمۡوَالُ ۨاقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا وَتِجَارَةٌ تَخۡشَوۡنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرۡضَوۡنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيۡكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَجِهَادٍ فِىۡ سَبِيۡلِهٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰى يَاۡتِىَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ‌ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ (۲۴)

تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو (انتظار کرو) یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا (کنزالایمان)

اس آیت کریمہ میں اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کو دنیا ومافیا کی ساری محبتوں سے فائق وبرتر قرار دیا گیا اور اسے ہی علامت ایمان وہدایت کہا گیا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں:

لا یومن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان دار نہیں ہو سکتا، جب تک وہ مجھ سے اپنے والدین، اولاد بلکہ تمام انسانوں سے بڑھ کر محبت نہ کرے۔ صحیح البخاری جلد، کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان۔ صحیح المسلم جلد کتاب الایمان، باوجوب محبۃ رسول اللہ ﷺ۔

عبداللہ بن ہشام روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپنے حضرت عمر کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اور فرما رہے تھے: لا یومن احد کم حتی اکون احب الیہ من نفسہ۔ تم میں سے کوئی شخص اس وقت ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک مجھے اپنی جان سے بڑھ کر محبوب نہ رکھے۔[1]

کیونکہ محبت رسول ﷺ ایمان بالرسالت کی بنیاد تھی، اس لئے صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کے دست اقدس پر محبت کی بیعت کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت صفوان بن قدامہ نے حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ: ناولنی یدك ابایعك، فناولنی یدہ، فقلت: یارسول اللہ ﷺ انی احبك، قال المرء مع من احب۔

یارسول ﷺ اپنا دست اقدس میرے آگے کیجئے، میں آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس میرے آگے بڑھایا۔ میں نے بیعت کرتے ہوئے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے آپ سے محبت ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

[1] مسند احمد بن حنبل، 4:233

آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہو گا جس سے اسے محبت ہو گی۔[1]

حضور ﷺ نے حالات ایمان کی سب سے پہلی شرط یہ قرار دی:

ایکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما ۔[2]

کہ انسان کائنات کی ہر شے سے بڑھ کر محبت اللہ اور اس کے رسول سے کرے۔

محبت چونکہ دل کی کیفیت سے عبارت ہے، اس لئے آنکھوں سے دیکھی نہیں جاسکتی۔ لہٰذا اس کی علامات سے اس کے وجود کا پتہ چلایا جاسکتا ہے۔ ائمہ حدیث نے محبت کی درج ذیل علامات بیان کی ہیں جو صحابہ کرام کی زندگیوں میں بتمام وکمال دکھائی دیتی ہیں:

1۔ کثرت ذکر: محبت کی سب سے پہلی علامت یہ ہے کہ محبوب کا ذکر اور اس کی یاد کثرت سے کی جائے بلکہ دل ہمہ وقت یاد محبوب سے معمور رہے۔

2۔ شوق زیارت: دوسری علامت یہ ہے کہ محبوب کے جلوہ دیدار کی خواہش ہمیشہ دل میں شد سے رہے۔

3۔ تعظیم وتوقیر: محبوب کی عزت و تکریم اور تعظیم و توقیر انتہا درجے کی ہو۔ محبوب کی شخصیت کے کسی بھی پہلو کو عیب دار یا ناقص تصور نہ کیا جائے تاکہ ادب و احترام میں کوئی کمی واقع نہ ہونے پائے۔ گویا اسے محبوب کی ہر خوبی منتہائے کمال پر دکھائی دے، کسی اعتبار سے بھی کم نظر نہ آئے۔

4۔ خشوع وخضوع: محبوب کا نام اور اس کے فضائل و محاسن سن کر دل میں بڑی راحت و سکون، لذت و حلاوت اور خشوع و خضوع کی کیفیت پیدا ہو اور محبوب کے لئے بڑی انکساری اور تواضع کا اظہار کیا جائے۔

تعظیم رسول ﷺ

---

[1] الشفاء 2:565

[2] صحیح البخاری جلد اول کتاب الایمان ،باب حلاوۃ الایمان

اس سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ[1]

پس جو لوگ اس پر ایمان لائیں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے، وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔ (کنزالایمان)

اس آیت کریمہ میں دوسرا تقاضا ایمان تعظیم رسول ﷺ کو قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے تعظیم رسول ﷺ کے کئی آداب اور پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے، جن میں چند یہ ہیں۔

1۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ[2]

اے ایمان والو تم اللہ اور اس کے رسول سے سبقت نہ کیا کرو۔

صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس امر سے پاک ہے کہ کوئی شخص اس سے پہل کرے پھر یہ حکم بھی اس وقت اتارا گیا، جب کچھ لوگوں نے سید عالم ﷺ سے پہلے قربانی کر لی۔ یہ پہل تو فی الواقع صرف عمل رسول سے تھی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے امت کے لئے تقاضائے تعظیم رسالت کے خلاف سمجھا اور تعظیم رسول کی خلاف ورزی کو خو تعظیم الوہیت کی خلاف ورزی قرار دیا۔

اسی طرح ارشاد فرمایا گیا:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا[3]

اے مسلمانو تم رسول کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی مثل قرار نہ دو۔ (کنزالایمان)

---

[1] الاعراف، 7:157

[2] الحجرات 49:1

[3] النور 63:24

حقیقت بھی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو عامیانہ انداز سے پکارے جانے کی اجازت کس طرح دے سکتا ہے؟ جب اس نے خود پورے قرآن میں حضور ﷺ کو تعظیمی القاب اور پیار بھرے خطابات کے بغیر کبھی نہیں پکارا، کبھی وہ "یاایھاالنبی" کہہ کر پکارتا ہے، کبھی 'یاایھاالرسول " کبھی "یاایھاالمزمل " کہہ کر یاد کرتا ہے کبھی "یاایھا المدثر " کبھی یس، کبھی طہ جبکہ دیگر تمام انبیاء کو ہمیشہ نام لے کر بلایا جاتا ہے۔ مثلاً یا آدم ، یانوح، یاابراھیم، یاموسی، یاداؤد، یاعیسی۔

یہی وجہ ہے کہ عام طور پر سید عالم ﷺ کو نام لے کر پکارنے کی بجائے یارسول ﷺ اور یانبی اللہ جیسے القابات سے پکارنے کی تلقین فرمائی ہے اسی میں پاس ادب ہے۔

اس لئے حضور ﷺ کی محبت اور تعظیم، صرف ایمان کے کمال کا ہی نہیں بلکہ اصلاً ایمان کے ثبوت اور تحقق کا باعث ہیں۔ان دو تقاضوں کو پورا کئے بغیر "ایمان بالرسالت" کا وجود ہی سرے سے محل نظر رہتا ہے۔

نصرت رسول ﷺ

حضور ﷺ کے پیغمبرانہ مشن کی خدمت کو قرآنی اصطلاح میں نصرت رسول ﷺ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ ایمان بالرسالت کا تقاضا ہے "نصروہ" سے یہی مراد ہے حضور ﷺ کی بعثت سعیدہ کا مقصد لیظھرہ علی الدین کلہ اس دین حق کو تمام ادیان عالم پر غالب و فائق کرنا تھا اس لحاظ سے حضور ﷺ کے مشن کے دو پہلو تھے:

1۔دین اسلام کی ظاہری شان و شوکت اور سیاسی تمکنت کے تحفظ کا پہلو

2۔دین اسلام کی عملی، اخلاقی اور روحانی اقدار کے تحفظ کا پہلو

حضور سید عالم ﷺ کے وصال کے بعد امت مسلمہ کی خلافت و نیابت دو طرح سے عطا کی گئی:

(1) ظاہری خلافت (2) باطنی قوت

اسلام کی مادی، سیاسی اور ظاہری شان و شوکت اور عظمت و تمکنت کے تحفظ اور فروغ کی جد وجہد ظاہری خلافت ہے اپنی جان و مال، ممکنہ وسائل و ذرائع اور علم و عمل کی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر حضور ﷺ کے مشن کی خدمت میں ہمیشہ کوشاں رہنا حقیقی تبلیغ اور جہاد ہے۔ اسی لئے سورۃ توبہ کی آیت کریمہ میں "محبت" کے تین عناصر بیان کئے گئے ہیں۔

أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ

جس کا معنی یہ ہے کہ کائنات کی کوئی شئی اور منفعت خدا کی محبت، رسول کی محبت اور جہاد کی محبت یعنی پیغمبرانہ مشن کی خدمت سے زیادہ عزیز اور محبوب نہیں ہونی چاہیے (24:9)

پیغمبرانہ مشن کی خدمت و مدد کا یہی تصور کئی مقامات پر قرآن مجید میں موجود ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ[1]

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور جانوں سے جہاد کرتے رہے وہ اللہ کی بارگاہ میں درجہ کے لحاظ سے بڑے ہیں اور وہی لوگ مراد کو پہنچے ہوئے ہیں۔

اطاعت رسول ﷺ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ[2]

اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو (کنز الایمان)

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ[1]

[1] التوبہ20:9
[2] الانفال :20

تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر (کنزالایمان)

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ-فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ-وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ-وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ[2]

تم فرماؤ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا پھر اگر تم منہ پھیرو تو رسول کے ذمہ وہی ہے جو اُس پر لازم کیا گیا اور تم پر وہ ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا اور اگر رسول کی فرمان برداری کرو گے راہ پاؤ گے اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا (کنزالایمان)

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَۚ-وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا[3]

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا (ف۲۰۸) اور جس نے منہ پھیرا (ف۲۰۹) تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا (کنزالایمان)

ان تمام مباحث سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ ایمان بالرسالت کے تمام تقاضے پورے کیے بغیر کوئی بھی مسلمان اپنے ایمان کی تکمیل کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ کوئی مسلمان ایمان کی حقیقت اور روح تب ہی پا سکتا ہے جب وہ حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ اپنے تعلق اور نسبت کو پختہ کر لے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی اتباع ہی اصل ایمان ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے دین کی سرفرازی کے لئے جدوجہد کرنا کامل ایمان کی سند ہے۔

---

[1] آل عمران :32
[2] النور 54
[3] النساء :80

ایمان بالاخرہ



علامہ شفقت جاوید کریمی صاحب

فاضل علوم اسلامیہ، ایم فل سکالر، صدر مدرس جامعہ مہریہ رحمت العلوم: ملتان

03236263916

ایمان بالآخرہ

انسانی زندگی میں عقائد و نظریات کا بہت زیادہ اثر ہے۔ وہ تصورات جن کے بارے میں دل و دماغ میں پختہ یقین پیدا ہو جائے عقائد و نظریات کہلاتے ہیں۔ یقین کی دو قسمیں ہیں: ایک یقین مادیت پر ہے جبکہ دوسرے یقین کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ یقین کی یہ دونوں اقسام حقیقت میں دو مختلف طرز فکر ہیں۔ دونوں انداز فکر میں ان دیکھی یعنی غیبی اشیاء کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ موجودہ سائنس حقیقت کی کھوج میں ایک مفروضہ کا سہارا لیتی ہے اور مفروضے کو بنیاد بنا کر نتیجۃً وہ ایسی منزل پر پہنچتی ہے جس کو وہ ایجادات اور بڑی اہم کامیابیوں کی کنجی قرار دیتی ہے۔

بسا اوقات سائنس دان جن نتائج اور بظاہر حاصل کردہ کامیابیوں کو حقائق مان کر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں کچھ مدت کے بعد وہی سائنس دان یا دوسرے اپنی نئی تحقیقات سے گزشتہ حقائق کو رد کر دیتے ہے۔ پھر دوبارہ نئے فارمولے اور ان سے حاصل ہونے والی بظاہر کامیابیاں انہی حقائق کا لباس پہنتی ہیں ان حقائق کو وہ ہی درجہ دیتے ہیں جو گزشتہ رد شدہ حقائق کو سالہا سال دے چکے ہوتے ہیں۔ مفروضے سے حقیقت تک پھر نئے مفروضے سے نئی حقیقت تک آنے جانے کو تحقیق کہا جاتا ہے یہ تمام مادیت پرستی کے کمال ہیں اور اس تحقیق سے جو ترقی مل رہی ہے وہ ہر کسی کے سامنے ہے۔اس تحقیقی عمل میں یقین تک پہنچنے میں سالہا سال لگتے ہیں بہت سرمایہ خرچ ہوتا ہے زندگی وقف کی جاتی ہے لیکن یقین پھر ظن بن جاتا ہے۔ سائنسی تحقیق میں کام شروع کرنے سے پہلے جو مفروضہ قائم کیا جاتا ہے یہ ان دیکھی یعنی غیبی چیز ہے لیکن سائنس دان یقین کر کے عظیم کامیابیاں حاصل کر رہا ہے۔ سائنس دان یا مادہ پرست عملی دنیا میں مادیت پر بالکل اسی طرح یقین رکھتا ہے جس طرح ایک مومن غیب کو ماننے والا، اللہ رب العزت پر یقین رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ پر یقین رکھنے والا ان تمام غیبی حقائق کو مان لیتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے نبی بیان کرتے ہیں یا نبی پر نازل شدہ کتاب میں بیان کیا جاتا ہے۔ یہ وہ ٹھوس حقائق ہیں جن تک انبیاء کی برکت سے انسان لمحوں میں پہنچ جاتا ہے۔ مادہ پرست بھی مادیت پر اسی طرح یقین رکھتا ہے جس طرح مومن اللہ تعالیٰ کی ذات پر رکھتا ہے دونوں یقین رکھتے ہیں نہ

مادہ پرست بغیر یقین کے رہ سکتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کا پرستار۔ سوچیں کہ مفروضے سے حقیقت تک کے سفر میں جو یقین ہے اور اس کی جو ترقی ہے وہ کیا ہے ؟اور حقیقت سے حقیقت تک کے سفر کے اثرات کیا ہونگے ؟یعنی دین کی ابتدا بھی اٹل حقیقت سے ہے اور انتہا بھی حقیقت پر۔

دین اسلام کے اہم اور بنیادی عقائد کی ایک طویل فہرست ہے ان میں سے عقیدہ آخرت کی خاص اہمیت ہے قرآن مجید کی تقریباً دو تہائی سورتیں ان مضمون پر مشتمل ہیں مکی سورتوں کا خصوصی عنوان کسی نہ کسی طرح عقیدہ آخرت سے ہے لیکن اس عقیدہ کا درجہ عقیدہ توحید ورسالت کے بعد ہے کیونکہ جو الٰہیات کو مان لے گا پھر اس کو مانے گا اور جو اولاً الٰہیات کا منکر ہو اس کے لئے یہ ابحاث زیادہ کار گر نہیں ہو نگی۔ سورۃ فاتحہ سب سے زیادہ تلاوت کی جانے والی سورت ہے جو نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے جو تمام قرآن مضامین کا خلاصہ ہے اس میں رب تعالیٰ نے اپنی جن صفات کو خاص طور پر ذکر کیا ان میں ایک یہ ہے۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (جزا کے دن کا مالک ہے)۔ سورۃ بقرہ کی ابتداء میں متقین کی بہت سی صفات کا تذکرہ کیا عقیدہ کے باب میں خصوصیت سے فرمایا - وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (اور یہی آخرت پر یقین رکھتے ہیں)۔

ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اس عقیدہ کی اتنی اہمیت کیوں ہے ؟اس عقیدہ کی ضرورت کیا ہے ؟عقیدہ آخرت مکمل طور پر غیبی امور میں سے ہے جس سے آگاہی صرف اور صرف یقینی خبر کے ذریعے ہی ممکن ہے اور اس یقینی اور درست خبر کا ہمارے پاس واحد ذریعہ خبر رسول ﷺ ہے اسے خبر صادق کہتے ہیں۔ عقلی اور عملی طور پر ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہر ملک میں بھی جرائم کی روک تھام کے قوانین ایک علمی اور عملی حقیقت ہیں اور ان قوانین کے نفاذ کا کسی انسان کو یقین نہ ہو تو جرائم کے ارتکاب کی صورت میں اس کے لیئے سزا کا تصور ناممکن ہے جبکہ اگر اس کا یقین ہو کہ جرائم کے ارتکاب کی صورت میں سزا یقینی ہے۔ بچنے کی کوئی صورت نہ ہو گی تو وہ جرائم سے باز رہے گا یہ پرہیز ان قوانین پر یقین و جزم کا نتیجہ ہو گا لہٰذا جو نفاذ پر یقین رکھتا ہے۔ اس کا طرزِ زندگی اس شخص سے یکسر مختلف ہو گا جو سزا و جزاء کے تصور سے عاری ہے یا شک کرتا ہے۔ ملک کو فساد اور انتشار سے محفوظ بنانے کے لیے ایسے قوانین اور ان کا نفاذ عقلی اور عملی طور پر ضروری ہے جن کے ذریعے اعتدال پیدا کیا جا سکے۔ اگر کسی کمزور، مظلوم کو یقین ہے کہ کوئی ایسی

جگہ یا ذات ہے جہاں اس کی شنوائی ہو گی اس کی دادرسی ہو گی تو اس کو زندگی گزارنے کا حوصلہ ملتا ہے طاقتور اور ظالم کو کسی قسم کا اقدام کرنے سے پہلے کئی دفعہ سوچنا پڑتا ہے، اپنا طرز زندگی وراندازِ تفکر بدلنا پڑتا ہے۔

یہ چند تمہیدی سطور لکھنے کے کئی مقاصد تھے ان میں ایک یہ تھا کہ الحمد اللہ ہمارے دینی عقائد مفروضات سے اخذ نہیں ہوتے بلکہ اصل حقائق ہیں جن میں تغیر و تبدل نہیں اگر مفروضوں سے اخذ شدہ حقائق ترقی دے سکتے ہیں تو کامل یقین رکھو اصل حقائق سے اصل ترقی ملے گی۔اس لیے ان پر دل و جان سے ثابت رہو۔

اس کے علاوہ یہ مقصد تھا کہ مادیت پرست حقیقت تلاش کرنے میں زندگیاں اور سرمایہ خرچ کر رہے الحمد اللہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہم اول لمحہ سے ہی حقیقت پر ہیں ادھر ادھر بھٹکنے کی ضرورت نہیں ہے۔

عقیدہ آخرت کی تقسیم:

عقیدہ آخرت کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

1. موت سے لے کر قیامت قائم ہونے تک یعنی مرنے کے بعد جی اٹھنے تک کا عرصہ اور معاملات شریعت کی اصطلاح میں اسے عالم برزخ کہا جاتا ہے۔
2. انسان کا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے سے لے کر ابدالآباد تک جے عرصہ کو شریعت میں عالم حشر کہا جاتا ہے۔

عقیدہ آخرت کے تحت درج ذیل تین عنوان زیر بحث آتے ہیں۔

(1)وہ حقائق جن کا تعلق موت سے ہے۔(2)علامات قیامت(3)روزِ قیامت اور اس کے حوادث

عالم برزخ:

دنیا اور عالم حشر کے درمیان ایک اور عالم ہے، جس کو برزخ کہا جاتا ہے۔ موت کے بعد تمام انس و جن کو اس میں رہنا ہوتا ہے، موت اس عالم کی طرف لے جانے والی وہ اٹل حقیقت ہے جس کو تقریباً ہر رنگ و نسل اور مذہب والا مانتا ہے بلکہ موت مشاہدہ میں آنے والی ایک محسوس حقیقت ہے۔ موت ہی ایسی حقیقت ہے جس کے سامنے متکبرین کا تکبر، ملحدین کا عناد اور خدائی کے دعویداروں کی سرکشی ختم ہو جاتی ہے۔ موت وہ حقیقت ہے جس کو ہر نافرمان و فرمان بردار مجبوراً یا بخوشی قبول کرتا ہے، موت وہ حقیقت ہے جو ہر دور میں اور ہر عاقل کو واضح پیغام دیتی ہے کہ الوہیت اور معبودیت صرف اس ذات کے لئے ثابت ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ جس کی سلطنت کی کوئی حد نہیں۔ جس کے حکم کو رد کرنے والا کوئی نہیں، جس کی قدرت اور علم سے کوئی باہر نہیں ہے۔ وہ حقائق جن کا تعلق موت سے ہے ان میں سے کچھ محسوس ہوتے ہیں جیسے ذی روح کی روح نکلتی ہے وہ بے جان ہو جاتا ہے اور کچھ امور ایسے ہیں جن کو جاننے کا واحد ذریعہ یقینی خبر ہے اور وہ خبر رسول ﷺ ہے ان امور کو غیبی کہا جاتا ہے۔ چند اہم امور یہ ہیں۔

1۔ ملک الموت 2۔ قبر کے سوال وجواب۔ 3۔ عذاب قبر

ملک الموت:

ایک مومن کا ایمان ہے کہ حقیقت میں مارنے اور زندہ کرنے والا اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے

فرمان باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا (الزمر: ۴۲)

"اللہ ہی جانوں کو وفات دیتا ہے، ان کی موت کے وقت"۔

لیکن اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کاملہ کے تحت یہ کام اپنے خاص فرشتوں کو دیتا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ۔(السجدہ:11)

"آپ فرمادیں کہ تمہیں موت کا فرشتہ موت دیتا ہے جو تم پر مقرر ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے"۔

اس آیت میں موت دینے والے فرشہ کو ملک الموت کا نام دیا گیا ہے جبکہ بعض آثار میں اس عظمت والے فرشتہ کو عزرائیل کہا گیا ہے۔جمہور علماء کے مطابق ملک الموت کے ساتھ کئی معاون فرشتے بھی ہوتے ہیں۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ (الانعام:61)

"یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی ایک کو موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ خطاء() یا کوتاہی) نہیں کرتے"۔

احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک الموت صالح انسان سے موت کے وقت نرمی کا معاملہ فرماتے ہیں جبکہ کافر و فاسق سے سختی کا معاملہ کرتے ہیں ہمارا مشاہدہ بتاتا ہے کہ سب انسانوں کی موت ایک جیسی نہیں ہوتی۔ نشتر کے ایک سابقہ ڈاکٹر کا بیان ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں ایک سو انسان مرتے دیکھے جن میں صرف تین لوگ کلمہ پڑھ کر فوت ہوئے جبکہ ستانوے بن کلمہ پڑھے ہی مر گئے۔یقیناًاس میں عمل صالح اور عمل بد کا کردار ہے۔

قبر کے سوالات:

موت کے بعد انسان سے قبر میں دو خوفناک فرشتوں کی ملاقات ہوتی ہے جنہیں منکر نکیر کہا جاتا ہے۔جو اس میت سے گزشتہ دنیاوی زندگی کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس نے وہ کس نظام حیات کے تحت گزاری اور خصوصاً خاتم النبیین حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق پوچھا جاتا ہے کہ وہ میت اس عظیم شخصیت کے متعلق کیا عقیدہ رکھتی تھی اور کیا کہتی تھی جس کی موت قول ثابت اور حق پر ہوئی وہ تو صحیح جواب دیتے ہیں اور ان فرشتوں سے خوفزدہ

نہیں ہوتے اور جس کی موت غفلت و نافرمانی اور حق سے رو گردانی کی حالت میں آئی ہو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو فرشتوں کے خوف سے بھر دیتا ہے اور وہ درست جواب نہیں دے سکتا۔(العیاذ باللہ) اس مضمون کو ثابت کرنے والی کثیر احادیث ہیں جو اپنے مجموعہ کے اعتبار سے حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔ان احادیث میں سے ایک وہ حدیث ہے جسے امام بخاری و امام مسلم رحمہا اللہ تعالیٰ نے اپنی اپنی سند سے بیان کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بندے کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس کو چھوڑ کر واپس آجاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی چاپ کو سنتا ہے پس اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں تو اس مرد کے متعلق کیا کہا کرتا تھا؟ تو مومن کہتا ہے میں شہادت دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ میت سے کہا جاتا ہے جہنم میں اپنے ٹھکانے کو دیکھ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے تجھے جنت میں ٹھکانہ عطا فرمایا۔آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مومن دونوں کو دیکھتا ہے مگر منافق یا کافر ہو تو اس کو کہا جاتا ہے تو اس مرد کے بارے میں کیا کہتا ہے ؟ تو وہ کہتا ہے مجھے نہیں معلوم میں تو وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے نہ میں نے جانا اور نہ اتباع کی۔ اور اس پر لوہے کی ایسی ضرب لگائی جاتی ہے کہ جس کے سبب ایسی چیخ مارنے لگتا ہے جس کو انسان اور جن کے سوا ہر قریب والی چیز سنتی ہے۔" (البخاری، الحدیث ۱۳۷۴، الجز ۲۱)

عذاب قبر اور تنعیم:

قبر میں سوالات کے جوابات کے بعد درست جواب دینے والے کو انعامات سے نوازا جاتا ہے۔اور کافر و منافق کو عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ (محمد:27)

"کیسا ہوگا جب فرشتے ان کی روح قبض کریں گے ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہوئے"۔

اس عذاب سے مراد وہ عذاب ہے جو مرنے کے بعد اور قیامت سے قبل ہے اور عذاب قبر سے یہی مراد ہے۔ **قبر سے مراد خاص گڑھا نہیں بلکہ میت جہاں بھی رہے وہی قبر ہے۔**

ایک اور آیت میں ہے:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ۔ النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ (المومن، ۴۵۔۴۶)

اور آلِ فرعون کو بُرے عذاب نے گھیر لیا. آتشِ دوزخ کے سامنے یہ لوگ صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت برپا ہو گی (تو حکم ہو گا:) آلِ فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کر دو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا گزر دو قبروں سے ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں قبروں والوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ پھر فرمایا ان میں سے ایک چغل خوری کرتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب (کے چھینٹوں) سے نہیں بچا کرتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے تر ٹہنی لی اور اس کے دو حصے کیے، پھر ان میں سے ہر ایک کو ایک قبر پر گاڑ دیا، اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: امید ہے کہ ان کے خشک ہونے تک ان سے عذاب کی تخفیف ہو گی۔ (بخاری، الحدیث، ۱۳۷۸، ج ۲)

علامات قیامت:

عقیدہ آخرت کے تحت علماء کرام قیامت قائم ہونے سے پہلے چند ایسی علامات کو بیان کرتے ہیں جنہیں قرآن و سنت نے صریح انداز میں بیان کیا ہے ہم یہاں صرف ان کے نام تحریر کریں گے۔

1۔ ظہور دجال۔2۔ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا نزول۔3۔ یاجوج وماجوج کا ظہور۔4۔ دابۃ الارض کا ظہور۔5۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔

قیامت:

قرآن واحادیث میں جن غیبی امور کے متعلق اطلاع دی گئی ہے ان میں مطلقاً سب سے زیادہ اہم اور عظیم ترین قیامت کا قائم ہونا ہے۔ اس کی اہمیت اور عظمت اس وجہ سے بھی ہے کہ عقل انسانی اس سے غیر مانوس ہے اور یہ تصوراتِ انسانی سے بہت بعید ہے۔ اور اس لیے بھی کہ اب انسان ایک دردناک اور وحشت میں مبتلا کرنے والے عذاب کا منتظر ہے، جس کی تکلیف اور شدت کا تصور ہی ناممکن ہے یا ایسی دائمی نعمتوں کا منتظر ہے جنہیں نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا نہ اس کا خیال کسی دل میں کبھی گزرا۔ قیامِ قیامت اس لیے بھی اہم و عظیم تر ہے کہ اس دن انسان اپنے حقیقی خالق ومالک کے سامنے عاجزی اور خوف کی حالت میں پیش ہوگا وہ مالک اپنے بندوں سے ہر چھوٹی اور بڑی چیز کا حساب لے گا۔ اس سے کوئی شئے حتیٰ کہ دل ودماغ میں آنے والے خیال بھی پوشیدہ نہیں۔ انسان کی دنیاوی زندگی کا مکمل دارومدار اسی روز حشر پر ہے۔ آج کی محنت ومشقت، جسمانی وروحانی تکالیف برداشت کرنا حقیقت میں اس دن کی تیاری ہے۔ یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ بار بار مختلف اسالیب میں پرزور اور مسلسل تاکیدات کے ساتھ انسان کو تنبیہ فرماتا ہے۔ انسان کو خواب غفلت سے جگانے کے لیے بہت احسن وعمدہ سختی اور نرمی والے انداز اپنائے ایک سلیم الطبع اور سلیم العقل شخص اگر غور کرے تو اس کے ظاہر باطن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ذیل میں چند ایک آیات پیش کی جاتی ہیں۔

1. ”لوگوں کا حساب قریب آگیا ہے اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں جب ان کے پاس ان کے رب کے ہاں سے کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے نہیں سنتے مگر کھیلتے ہوئے ان کے دل کھیل میں پڑے ہوئے ہیں۔“(النساء، ۱تا۳)

2. اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَیَجۡمَعَنَّکُمۡ (النساء، ۸۷) "اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور وہ تمہیں قیامت کے دن ضرور اکٹھا کرے گا جس میں کوئی شک نہیں اور اللہ سے زیادہ کسی کی بات سچی ہو گی۔"

3. "اور اللہ تعالیٰ کو ہر گز ظالموں کے کام سے بے خبر نہ سمجھنا انہیں ایسے دن کے لئے ڈھیل دے رہا ہے جس میں آنکھیں کھلی رہ جائیں گی۔ بے تحاشا دوڑتے ہوئے نکلیں گے اپنے سر آٹھائے ہوئے ان کی پلک ان کی طرف نہیں لوٹے گی اور ان کے دلوں میں کچھ سکت نہ ہو گی اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا۔ پھر ظالم کہیں گے اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑی مہلت دے تاکہ ہم تیری دعوت قبول کریں اور رسولوں کی پیروی کریں ان سے کہا جائے گا کیا تم نے پہلے قسم نہیں کھائی تھی کہ ہمیں دنیا سے ہٹ کر نہیں جانا۔" (ابراہیم، ۴۲تا۴۴)

یہ آیات اور دیگر ایسی آیات پر غور کریں ان کے اسلوب و انداز کو دیکھیں یہ ہمیں آخرت کی تیاری کی جانب متوجہ کر رہی ہیں۔

"اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائیں گے جتنے آسمان میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں مگر جسے اللہ چاہے پھر دوبارہ پھونکا جائے گا جب ہی وہ دیکھتے کھڑے ہو جائیں گے۔" (الزمر، ٦٨)

"حضرت اسرافیلؑ حکم الٰہی سے صور پھونکیں گے جس سے تمام ارواح بے ہوش ہو جائیں گی سوائے ان کے جن کے متعلق مشیت الٰہی ہو گی کہ وہ بے ہوش نہ ہوں ہر شئ جس کو اللہ چاہے گا فناء ہو گی جیسے وہ چاہیے گا پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا۔"

اب چند ایسے امور کا تذکرہ کیا جائے گا جو قیامت کے قائم ہونے کے بعد واقع ہو نگی یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر واقع ہو نگی۔

حساب:

بندوں نے اپنی دنیاوی زندگی میں جو کچھ قولاً، فعلاً یا اعتقاداً تصرفات کیے ہونگے چاہیے ان کا تعلق خیر سے ہو یا شر سے حشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ بندوں کو ان تمام تصرفات سے آگاہ فرمائے گا اسی آگاہی کا نام حساب ہے۔ یہ حساب تمام اہل محشر کے سامنے ہو گا احادیث سے پتہ چلتا ہے حشر کے معاملات میں سے سب سے عظیم اور اہم یہی حساب ہو گا حتیٰ کہ روز قیامت کو اللہ تعالیٰ نے مطلقاً یوم حساب فرمایا۔ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ (ص،۵۳) "یہ ہے وہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے، حساب کا دن۔"

بندوں کے محاسبہ پر قطعی طور پر دلالت کرنے والی آیات سے یہ بھی ہے:

لِّلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِن تُبْدُوا مَا فِي أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ اللَّهُ فَيَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۔(البقرہ:284)

"اور اگر ظاہر کرو جو تمہارے دلوں میں ہے یا اسے چھپاؤ، اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا پھر جسے چاہیے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا۔"

پل صراط:

قیامت کے دن جہنم کی پشت پر ایک پل نصب کیا جائے گا جس کو لوگ اپنے عقائد اور اعمال کے تفاوت کے مطابق عبور کریں گے۔ کچھ لوگوں کے لیے وہ تلوار کی دھار سے زیادہ تیز اور باریک ہو گا جس کے سبب وہ پھسل کر دوزخ میں گریں گے کچھ لوگوں کے لیے وہ کشادہ ہو گا وہ عبور کر کے جنت میں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا اسی کے متعلق سورۃ مریم میں فرمان ہے:

وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۔ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا (مریم،۷۱۔۷۲)

"اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو تمہارے رب کے ذمہ پر یہ بات ضروری قرار پاتی ہے پھر ہم ڈرنے والوں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے گھٹنوں کے بل گرے ہوئے۔"

عقیدہ:

قیامت وحشر وحساب وثواب وعذاب ودوزخ سب کے وہی معنی ہیں جو مسلمانوں میں مشہور ہیں، جو شخص ان چیزوں کو حق کہے مگر ان کے نئے معنی گھڑے (مثلاً ثواب کے معنی اپنے حسنات کو دیکھ کر خوش ہونا اور عذاب اپنے برے اعمال کو دیکھ کر غمگیں ہونا، یا حشر فقط روحوں کا ہونا)، وہ حقیقۃً ان چیزوں کا منکر ہے اور ایسا شخص کافر ہے۔

اب جنت ودوزخ کی مختصر کیفیت بیان کی جاتی ہے۔

جنت کا بیان:

جنت ایک مکان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے بنایا ہے اس میں وہ نعمتیں مہیا کی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا، نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خطرہ گزرا۔ جو کوئی مثال اس کی تعریف میں دی جائے سمجھانے کے لئے ہے، ورنہ دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ شئے کو جنت کی کسی چیز کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔ وہاں کی کوئی عورت اگر زمین کی طرف جھانکے تو زمین سے آسمان تک روشن ہو جائے اور خوشبو سے بھر جائے اور چاند سورج کی روشنی جاتی رہے اور اس کا دوپٹہ دنیا ومافیہا سے بہتر۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اگر حور اپنی ہتھیلی زمین وآسمان کے درمیان نکالے تو اس کے حسن کی وجہ سے خلائق فتنہ میں پڑ جائیں اور اگر اپنا دوپٹا ظاہر کرے تو اس کی خوبصورتی کے آگے آفتاب ایسا ہو جائے جیسے آفتاب کے سامنے چراغ اور اگر جنت کی کوئی ناخن بھر چیز دنیا میں ہو تو تمام آسمان وزمین اس سے آراستہ ہو جائیں اور اگر جنتی کا کنگن ظاہر ہو تو آفتاب کی روشنی مٹادے، جیسے آفتاب ستاروں کی روشنی مٹادیتا ہے۔

دوزخ کا بیان:

یہ ایک مکان ہے کہ اس قہار و جبار کے جلال و قہر کا مظہر ہے۔ جس طرح اس کی رحمت و نعمت کی انتہا نہیں کہ انسانی خیالات و تصورات جہاں تک پہنچیں وہ ایک شمہ ہے یعنی قلیل مقدار ہے۔اس کی بے شمار نعمتوں سے،اسی طرح اس کے غضب و قہر کی کوئی حد نہیں کہ ہر وہ تکلیف واذیت کہ ادراک کی جائے،ایک ادنیٰ حصہ ہے اس کے بے انتہا عذاب کا،قرآن مجید واحادیث میں جو اس کی سختیاں مذکور ہیں،ان میں سے کچھ اجمالاً بیان کرتا ہوں کہ مسلمان دیکھیں اور اس سے پناہ مانگیں اور ان اعمال سے بچیں جن کی جزا جہنم ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو بندہ جہنم سے پناہ مانگتا ہے جہنم کہتا ہے: اے رب! یہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے،تو اس کو پناہ دے۔ قرآن مجید میں بکثرت ارشاد ہوا کہ جہنم سے بچو! دوزخ سے ڈرو! ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ ہم کو سکھانے کے لئے کثرت کے ساتھ اس سے پناہ مانگتے۔

جہنم کے شرارے (پھول) اونچے اونچے محلوں کی برابر اڑیں گے، گویا زرد اونٹوں کی قطار کہ پیہم آتے رہیں گے۔ آدمی اور پتھر اس کا ایندھن ہے یہ جو دنیا کی آگ ہے اس آگ کے ستر جزوں میں سے ایک جز ہے جس کو سب سے کم درجہ کا عذاب ہوگا اسے آگ کی جوتیاں پہنا دی جائیں گی، جس سے اس کا دماغ ایسا کھولے گا جیسے تانبے کی پتیلی کھولتی ہے،وہ سمجھے گا کہ سب سے زیادہ عذاب اس پر ہو رہا ہے، حالانکہ اس پر سب سے ہلکا ہے۔ سب سے ہلکے درجہ کا جس پر عذاب ہوگا اس سے اللہ عزوجل پوچھے گا کہ اگر ساری زمین تیری ہو جائے تو کیا عذاب سے بچنے کے لئے تو سب فدیہ میں دے دے گا؟ عرض کرے گا: ہاں! فرمائے گا: کہ جب تو پشتِ آدم میں تھا تو ہم نے اس سے بہت آسان چیز کا حکم دیا تھا کہ کفر نہ کرنا مگر تو نے نہ مانا۔ جہنم کی آگ ہزار برس تک دھونکائی گئی یہاں تک کہ سرخ ہو گئی، پھر ہزار برس اور یہاں سفید ہو گئی پھر، ہزار برس اور یہاں تک کہ سیاہ ہو گئی، تو اب وہ نری سیاہ ہے۔ جس میں روشنی کا نام نہیں۔ جبرائیلؑ نے نبی ﷺ سے قسم کھا کر عرض کی: کہ اگر جہنم سے سوئی کے ناکے کی برابر کھول دیا جائے تو تمام زمین والے سب کے سب اس کی گرمی سے مر جائیں اور قسم کھا کر کہا کہ اگر جہنم کا کوئی داروغہ اہل دنیا پر ظاہر ہو تو زمین کے رہنے والے کل کے کل اس کی ہیبت سے مر جائیں اور بقسم بیان کیا: کہ اگر جہنمیوں کی زنجیر کی ایک کڑی دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دی جائے تو کانپنے لگیں اور انہیں قرار نہ ہو، یہاں تک کہ نیچے کی زمین تک دھنس جائیں۔ یہ دنیا کی آگ (جس کی گرمی اور

تیزی سے کون واقف نہیں کہ بعض موسم میں تو اس کے قریب جانا شاق ہوتا ہے، پھر بھی یہ آگ) خدا سے دعا کرتی ہے کہ اسے جہنم میں پھر نہ لے جائے مگر تعجب ہے انسان کہ جہنم میں جانے کا کام کرتا ہے اور اس آگ سے نہیں ڈرتا جس سے آگ بھی ڈرتی اور پناہ مانگتی ہے۔(العیاذ باللہ)